لطیفہ۲۰

سماع واستماع مزامیر

یہ لطیفہ ایک مقدمہ، تین نغمات اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے

قال الاشرف:

السّماع تواجد الصوفیة فی تفهیم المعانی الّذی یتصوّرمن الاصوات المختلفة

ترجمہ:۔حضرت اشرف جہانگیر فرماتے ہیں کہ مختلف آوازوں کوسنکر فہم میں جومعانی پیدا ہوتے ہیں ان کے اثر سے صوفیہ کا وجد کرنا سماع ہے۔

مقدمہ

زمانے کے لوگ تین گروہوں میں منقسم ہیں۔ایک گروہ تو اُن لوگوں کا ہے جوعقبٰی کے طلب گار اور دنیا کے ترک کرنے والا ہیں۔دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جودنیا کے طلب گار ہیں اور تارکان عقبٰی ہیں، تیسرا گردہ ان لوگوں کا ہے جوصرف طالبان مولیٰ ہیں نہ ان کو دنیا سے سروکار ہے اور نہ وہ عقبٰی کے خواستگار ہیں اس گروہ کے افراد کے قلوب میں کسی نقطۂ غیر کا دخل نہیں ہے۔اس گروہ کا وصف حال یہ ہے کہ

بیت

ہوائ دیگری درجانگجد

درین سربیش ازین سودانگنجد

ترجمہ:۔کسی دوسری خواہش کی اس جگہ گنجائش نہیں (کیونکہ) اس سر میں اس سے زیادہ سودانہیں سما سکتا۔

یہ حضرت کوئے محبوب میں مقیم ہیں اور کوچۂ مطلوب میں ہمیشہ جمے رہتے ہیں۔اور یہ درمولا پر ہمیشہ دربان کیطرح حاضر رہتے ہیں۔ یہ لوگ جس وقت بھی تار رباب یانے کی آواز سنتے ہیں اور مزمار یا تاروں کو جس وقت بھی چھیڑا جاتا ہے تو ان کو اپنا وطن اصلی اور مرکز علوی یاد آجاتا ہے اور انوار الٰہی کے عکس اُن کے آئینہ دل میں جگمگانے لگتے ہیں اور اسرار نامتناہی کے فیوض ان کے آئینہ دل میں چمکنے اور دمکنے لگتے ہیں اور واردات سبحانی والہامات یزدانی صحرائے غیب وفضائے لاریب (فضائے قدس) سے بارش کی طرح ان پر برسنے لگتے ہیں جس سے ان میں جوش وخروش پیدا ہوجاتا ہے اور یہ ہوش گنوا بیٹھتے ہیں اور وجد کی کیفت ان پر طاری ہوجاتی ہے، ہاتھ ہلاتے ہیں (اور اس سے اشارے کرتے ہیں) کہ ہم نے راہ حق میں کائنات کو چھوڑ دیا ہے اور اور موجودات کی نقدی سے اپنے ہاتھ خالی کرلئے ہیں۔

قطعہ

ملک دنیا نیست الا جیفۂ جیفہ راپیش سگان انداختیم
جبۂ دستار وعلم قیل وقال جملہ درآب روان انداختیم

ترجمہ:۔دنیا کا ملک ایک مردار ہے۔اس مردار کو ہم نے کتّوں کے سامنے ڈال دیا ہے۔ یہ جبّہ ودستاراور قیل وقال کا علم ہمارے کس کام کا۔اسکوہم نے بہتے ہوئے پانی میں ڈال دیا ہے۔

اور ہم نے ملک وملکوت سے تعلق منقطع کرلیا ہے اور کونین کوٹھکرادیا ہے، نہ ہم وصال وجمال کے طالب ہیں اور نہ دنیاوالوں کی طرح مرداردنیا کے لاشہ پر ہماری نظر ہے۔ ’’وھو الدّنیا وزخرفھا،،

بیت

مارا ھوائ باغ وسر عندلیب نیست
در دیدہ جز خیال جمال حبیب نیست

ترجمہ:۔ہم کو نہ باغ کی خواہش ہے اور نہ آوازِ بُلبل کی تلاش۔ ہماری آنکھوں میں تو سوائے جمال دوست کے تصوّر کے اور کچھ نہیں ہے۔

اس عالم وجد میں وہ زمین پر پاؤں مارتے ہیں گویا وہ حدیث غیر کو پائمال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مولیٰ کے ہوتے ہوئے غیر کی جگہ کہاں ہے۔ یہ دولت سرمدی وشوکت ابدی تو اسی شخص کو نصیب میں آتی ہے جس نے کائنات سے ہاتھ اٹھالیا ہو اور موجودات کو ٹھکرادیا ہو۔

رباعی

گروہ نفس پرستان سماع کی دانند یکی دو نکتہ بگویم خوش از زبان سماع
بزیرپائ بکوبند ہرچہ غیر ویست سماع ازآن شماوشما از آن سماع

ترجمہ:۔نفس پرستوں کے گروہ سماع کے متعلق کیا جانیں؟ یہاں میں ایک دونکتہ سماع کی زبان میں بیان کرتا ہوں (یہ لوگ) ماسوااللہ کواپنے پاؤں کے نیچے روند ڈالتے ہیں کیونکہ سماع ان سے ہے اور وہ سماع سے ہیں۔

دوسرا گروہ اہل ظاہر کا ہے جن کا ابھی تصفیۂ باطن اور تنقیۂ قلب نہیں ہوا ہے اور وہ سروانتھیٰ کے درجہ کمال اور وصال علوی واعلیٰ کی اوج پر نہیں پہنچے ہیں۔ ان لوگوں کی آرزواور خواہش حق تعالیٰ کی طرف توجہ کی ہے لیکن ابھی ان کا نفس دنیا کی طرف مائل ہے۔ چونکہ اس طائفہ کا نفس لوّامہ ہے احتمال ہے کہ، حسن زنان، جواریل وجہ زلف وخال وخداور اس قسم کے دوسرے الفاظ سماع کی حالت میں دنیاوی خیالات پیدا کرینگے۔ ان کے لئے سماع طرب ولہو ہے اور بالاتفاق حرام ہے اور جنکی نظر برتوجہ افکار عالم علوی وترک اطوار تجرید وآثار تفرید وقطع غلائق ہے۔احتمال ہے کہ ان کے خیالات حوروقصورو روضہ جنانی اور دل رویت سبحانی کی طرف جائیں گئے جوصفات بالاتفاق حلال ہیں ایسے لوگوں کے لئے’’ السماء مباح الا ھلہ،، (سماع اہل کیلئے مباح ہے) سماع ایک آئینہ ہے کہ جیسے ہیں ویسے ہی نظر آئیں گے۔دوسرا گروہ عوام کا ہے جن کی نظر صرف

http://Ashrafi.org

لاشئہ مرداراورنفس پر ہےاور جو کچھ سنتے ہیں وہ گوش نفس سے سنتے ہیں۔

رباعی

دل شہوت پرستانراز عشقت کی خبر باشد　　　زحسن یوسف مصری چہ حاصل چشم اعمیٰ را

بہ لذت ہائے جسمانی غمت را کی فردشم من　　　کہ دادن ابلہی باشد بسیری من وسلویٰ را

ترجمہ:۔شہوت پرستوں کے دل کو تیرے عشق کی کب خبر ہوسکتی ہے کہ یوسف کنعانی کے حُسن سے اندھی آنکھ لطف اندوز نہیں ہوسکتی، میں تیرے غم کو اے دوست! ان جسمانی لذتوں کے عوض نہیں بیچوں گا کہ من وسلویٰ کو پیٹ بھرے شخص کے سامنے رکھنا بالکل نادانی ہے۔

نغمۂ اوّل

اباحت سماع کے دلائل آیات واحادیث اور اصحاب اجتہاد کے اقوال اور ارباب ارشاد کے افعال کی روشنی میں

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جس مسئلہ میں حلت وحرمت مختلف فیہ ہواس میں دلیرانہ اور بے باکانہ گفتگو نہیں کرنا چاہیئے بلکہ غور وتامل کے بعد اس سلسلہ میں بات کرنا چاہیئے ایسے ہی مختلف فیہ مسائل میں سے ایک مسئلہ ''سماع،، بھی ہے کہ اسکو نہ تو مطلقاً حرام کہا جاسکتا ہے اور نہ بغیر قید لگائے حلال کہہ سکتے ہیں۔حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہٗ نے فرمایا ہے کہ:۔

''سماع علی الاطلاق نہ حرام ہے نہ حلال۔جب تک کہ یہ علم نہ ہوجائے کہ سماع کیا ہے اس کا سننے والا کون ہے،،

بیت

سماع ای برادر بگویم کہ چیست
اگر مستمع رابدانم کہ کیست

ترجمہ:۔میں اسی وقت بتا سکتا ہوں کہ سماع کیا ہے جبکہ مجھے یہ معلوم ہوجائے کہ سننے والا کون ہے

سماع اسرار الٰہی میں سے ایک راز ہے اور حق کے انوار نامتناہی میں سے ایک نور ہے وہی سعادت مند ہے جس کا دل خورشید سماع کا مطلع بن جائے اور جس کی جان ناہید استماع کی مشرق ہو۔(جسکے دل میں سماع کا حقیقی ذوق وشوق موجود ہو)

قطعہ

عشق در پردہ می نوازد ساز　　　عاشقی کوکہ بشنود آواز

ہمہ عالم صدائے نغمۂ اوست　　　کہ شنید این چنین صدائے دراز

ترجمہ:۔عشق نے در پردہ ساز چھیڑ رکھا ہے وہ عاشق کہاں ہے جو اس آواز کو سنے، یہ تمام کائنات اسی نغمۂ کُن کی آواز ہے کسی نے اتنی لمبی تان کہیں سُنی ہے۔

http://Ashrafi.org

طالب جاں باز اور محرم راز عارف کو چاہیئے کہ سماع کی طرف توجہ کرے۔ سماع کی تعریف بزرگان طریقت نے اس طرح کی ہے:۔''بے شک سماع ایک امر مخفی، ایک نور جلی اور سرِّ علیٌّ ہے۔ اس راز سے وہی آگاہ ہو سکتے ہیں جو اہل تحقیق ہیں اور علم میں راسخ ہیں اور اللہ والے ہیں، صاحبان معرفت ہیں، واصلان حق ہیں اور خدا کے ساتھ ہیں جن کے لئے ابتداء میں ذوق ہے اور انتہاء میں شُرب ہے۔

رباعی

مطرب براہ پردہ دراساز عودرا | در دہ بگوش ہوش درد وسرودرا
ازنغمۂ سرد کہ گویند فیض اوست | در پردۂ سماع درآور حسودرا

ترجمہ:۔اے مطرب ساز عود کو پردہ کے راستہ سے اندر لے آ اور درد و سوز کی موسیقی کو گوش ہوش سے سن نغمۂ موسیقی کو اس کا فیض کہتے ہیں سماع کے پردہ میں سے حاسدین لے آئے ہیں۔

اور کچھ لوگ وہ ہیں جو سماع سے یقیناً معزول کو دیئے گئے ہیں۔ اِنَّھُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ؎۱ (وہ تو سننے کی جگہ سے دور کر دیئے گئے ہیں) اگر اللہ تعالیٰ ان میں خوبی پاتا تو اُن کو ضرور سنواتا اگر ان کو سنوا بھی دیا جاتا جب بھی وہ پیٹھ پھیر لیتے۔ یہ وہی لوگ ہیں جو''ارباب سماع،، کے منکر ہیں ان میں بعض''ارباب سماع،، کو فاسق کہتے ہیں اور کچھ ان کی تکفیر بھی کرتے ہیں۔ کچھ لوگ ان کو بدعتی کہتے ہیں۔ بہر حال ان کے درمیان اصحاب سماع کی تکفیر یا تفیق پر اتفاق نہیں ہے۔

رباعی

خواہ خلقی گبرخوان وخواہ ترساخواہ مُغ | سجدہ گاہ قبلۂ ابروبتو نتوان گذاشت
ازہمہ دربگذرم نگذارمش مارا باد | ازجہان بتوان گذشتن روئ تونتوان گذاشت

ترجمہ:۔مخلوق مجھے گبر کہے خواہ ترسا خواہ مُغ، کہے کچھ بھی کہے میں تیرے قبلہ ابرو کو جو میری سجدہ گاہ ہے نہیں چھوڑ سکتا، میں سب کو چھوڑ دوں گا اور سب سے منہ پھیر لوں گا۔ دنیا کو بھی ترک کر دوں گا لیکن تجھے نہیں چھوڑ سکتا۔

سماع کے بارے میں آثار پاک اور اقوال صحیح یہ ہے کہ سماع نفس الامر میں مباح ہے سماع کی تعریف یہ ہے کہ **السّماع صوت طیّب موزون مفھوم المعنی محرک القلوب** (سماع ایسی پاکیزہ اور موزوں آواز کو کہتے ہیں جس کو سمجھا جا سکے اور دلوں کو حرکت میں لانے والی ہو) پس اس کے اندر کوئی وجۂ حرمت نہیں ہے۔''حرام،، وہ چیز ہے جس کا ترک دلیل قطعی سے ثابت ہو چکا ہو اور جس کے ثبوت ترک میں کوئی شبہ نہ ہو اور ہم نے سماع کی جو تعریف بیان کی ہے اس میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے۔ جو لوگ درویشوں کی بزم سماع کے منکر ہیں اور محفل استماع سے انکار کرتے ہیں ان کے لئے یہ رباعی ہے۔

؎۱ پ ۱۹ سورہ شعراء ۲۱۲

http://Ashrafi.org

رباعی

دنیا طلباجہان بکامت بادا وایں جیفۂ مردار بہ دامت بادا

گفتی کہ بہ نزدمن حرام است سماع گر برتو حرام است حرامت بادا

ترجمہ:۔اے دنیا کے طالب! یہ دنیا تجھے مبارک ہو، یہ تو ایک مردار ہے، یہ مردار تیرے سے دام ہی میں رہے اچھا ہے تو کہتا ہے کہ سماع میرے لئے حرام ہے گر یہ تجھ پر حرام ہے تو حرام ہی رہے۔

سماع کے جواز میں آیات قرآنی

اب سماع کے جواز کے ثبوت میں چند دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔ چند آیات یہ ہیں:۔

۱۔یَـزِیـدُ فِي الْخَلْقِ مَایَشَآءُ ۱؎ اللہ تعالیٰ آفرینش میں جو کچھ چاہتا ہے زیادہ کر دیتا ہے۔وُھُوَ الصَّوْتُ الْحَسَنُ.(اور وہ اچھی آواز ہے)

بعض نے قرأت میں ''الخلق،، ''خا،،نہیں بلکہ ''حا،، کے ساتھ پڑھا ہے یعنی حلق۔اور قرأت بعضے فی الحلق بالحاء المہملہ است۔محظوط ۴۴۹)

۲۔اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ ۲؎ اورتمہارے لئے پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئی ہیں۔

اورسماع پاکیزہ ترین چیز ہے کہ اس سے دل اور روح خوش ہوتے ہیں۔

۳.یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ جولوگ کان لگا کر بات سنیں پھر اس کے بہتر
اُولٓـئِکَ الَّـذِیْـنَ ھَـدٰھُـمُ اللّٰـہُ وَاُولٓـئِکَ پرچلیں، یہ لوگ وہ ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے راہ دکھائی
ھُـمْ اُوْلُـوالْاَلْبَـابِ ٥ ۳؎ یہ لوگ صاحبان عقل ہیں۔

یہاں لفظ قول تعمیم (عمومیت کیلئے ہے) کا متقاضی ہے کہ وہ قول قرآنی ہو یا احادیث مبارکہ ہو یا حکایت حال صالحین ہو یا (ان کے) اشعار غنا ہوں جیسا کہ وجیز (فقہ کی مشہور کتاب) میں صراحت کی گئی ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مستمع کی تعریف فرمائی ہے یعنی جو سخن کا سننے والا ہے اور اسکا بہترین تابع ہے اور یہ ہدایت عقل اس قول بہترین کے وہ سامع ہیں اس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ جو کوئی غنا کو سنتا ہے وہ خداوند تعالیٰ کے قول عموم سے ہوتا ہے ''یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ،، میں شامل ہے آواز پسندیدہ کی حکمت پر، اگر غا کا اس اعتبار سے کوئی انکار کرے کہ غنا مطلقا حرام ہے خواہ وہ بطور بازی ہو یا شوق کے طور پر تو یہ مباح ہے۔

ویقول ان الغناء حرام مطلقاً اور جوکوئی یہ کہتا ہے کہ غنا مطلقاً حرام ہے
کالزناء واللواطۃ لم یکن اللّٰہ جس طرح زنا اور لواطت۔پس حق تعالیٰ
ھداھم ولاوھبھم العقل و نے ان کو ہدایت یاب نہیں بنایا اور انکو عقل عطا
من کان عاریاعن الھدایۃ کان نہیں فرمائی ہے اور جو کوئی عاری ہے ہدایت سے

۱؎ پ۲۲ سورہ فاطرا۔ ۲؎ سورہ مائدہ۴ ۳؎ پ ۲۳ سورہ الزمر ۱۸

http://Ashrafi.org

ضــالّاً اذا ضــدالهــداية الـضّـلال وهــو مــن اهــل الــنــار عــلــی انــه لیــس لــه دلیـل یـخص عنـه الغنآء بـالـصـوت بـل صـحّ الغناء بالصوت و الـدفّ وثبت بـمـاردينـاه من احاديث البـخـاری ومسلـم ومـن مسنداحمد. ”سـمـاع ضـرب الـدف والـغـنـاء مـن الـحبشة وحضـور الـنبـی عـلـيـه السلام وقت الرقص منهم كما يحيیء انشــاء الــلّٰــه تــعـــالـــیٰ.“	وہ گمراہ ہے۔ اس لئے کہ ہدایت کی ضد گمراہی ہے اور وہ شخص دوزخی ہے اس وجہ سے کہ اس پرکوئی دلیل نہیں ہے جو غنا بآواز کو خاص کرتی ہوجب کہ غنا بآواز کادف کے ساتھ ہونا صحت کو پہنچ چکا ہے اور ثابت ہوچکا ہے ان روایتوں سے جو بخاری، مسلم اور مسنداحمد میں ہیں۔یعنی سماعت فرمانا ضرب دف اور غنا کاحبشیوں سے اور حضور علیہ السلام کا ان کے رقص کے وقت موجود ہونا جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا۔(انشاءاللہ)

اوراس بات پردلیل کہ اللہ تعالیٰ نے تعریف فرمائی ہے اُن لوگوں کی سخن نیک کی اتباع میں یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

وَجَـعَـلَ لَـكُـمُ السَّـمْـعَ وَالْاَبْـصَـارَ وَلْاَفْـئِـدَةَ قَـلِيْلاً مَّـا تَشْـكُـرُوْنَ ه[۱]	اورتم کوشنوائی، بینائی اوردل عطافرمائے لیکن کم ہی اس کا شکر ادا کرتے ہیں۔

حق تعالیٰ (اس عطیہ کا) بندوں پر احسان جتلار ہاہے اور یہ تمام مسموعات کوشامل ہے سوائے اس ممنوع کے جوفسق کی طرف رغبت دلائے اورفساد کی جانب رجوع کرنے والےہیں۔

حضرت سُلمی سے روایت ہے کہ ابن عطاء نے فرمایا کہ شنوائی وبینائی اوردلوں کےعطیہ سے مراد یہ ہے کہ خداوندتعالیٰ کوبخوبی پہچانیں اورحق تعالیٰ کا بخوبی تصوّرکریں اورحق تعالیٰ کادل میں مشاہدہ کریں۔بعض حضرات نے کہاہیکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ مومنوں کے دلوں میں اس نے اپنی محبت ڈال دی اورمشتاقوں کوعشق عطا کیا اورعاشقوں کوخداشناسی کی دولت عطافرمائی۔

امام قشیری کہتے ہیں کہ اس سے مرادبغیر تامل ودلیل خداشناسی،شوق باللہ اورحوادث کےوقوع سے دلوں کو پاک رکھنا ہے۔

اور یہ جوکہا گیا ہے کہ اباحت صوت کے سلسلہ میں جوآحادیث وارد ہیں وہ قرأت قرآنی کے ساتھ مخصوص ہیں یہ قول ضعیف ہے اس لئے کہ پھر اس سے تو یہ بات لازم آتی ہے کہ عنادل کے چہچہے سننا بھی حرام ہیں کہ عندلیب کی نغمہ سرائی قرآن خوانی نہیں ہے اور جبکہ ایسی آواز کا سننا جس کا کوئی مفہوم ومعنی نہیں ہے جائز ہے تو پھر ایسی

---
[۱] پ ۲۱ سورہ سجدہ ۹

http://Ashrafi.org

آواز کا سننا جس کے معنی حکمت ودانائی پرمبنی ہیں اور بغیر لہو ولعب کے اس آواز میں صحیح معنی موجود ہیں اس کا سننا کیونکر جائزنہیں ہوگا؟

سماع میں تو لغزش کے بعد تازہ دم ہوجاتے ہیں اور جمود کے بعد خوشحالی پیدا ہوجاتی ہے اور اصحاب سماع کے باطن اللہ تعالیٰ کے حضور میں عذر خواہی کے تکملہ کے لئے کشادہ ہوجاتے ہیں جبکہ وہ ثناء حق کو حق کی جانب خطاب حق کے ذریعہ سنتے ہیں۔اس طرح وہ ایک شکل قضیہ میں رمزیت کی بنیاد رکھ دیتے ہیں۔

شعر

وَلِوَجْهِهَا مِنْ وَّجْهِهَا قَمْرًا وَلِعَيْنِهَا مِنْ عَيْنِهَا كُحُلاً

ترجمہ:۔اور اس کے چہرے سے اس کا چہرہ روشن ہے اور اس کی آنکھوں کو اس کی آنکھوں سے سرمہ ملتا ہے۔تفسیر قشیری میں اسی طرح آیا ہے:۔بعض منکرین سماع حرمت سماع میں اس آیت کریمہ سے سند لاتے ہیں اور شہادت پیش کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِىْ لَهْوَ — اور کچھ لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں
الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ — کہ اللہ کی راہ سے بہکادیں بے
بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا — سمجھے اور اُسے ہنسی بنالیں اُن کے لئے
اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۵ ۱؎ — ذلت کا عذاب ہے۔

لیکن ان کا یہ سند لانا اور اس آیت کو بطور استدلال پیش کرنا انصاف پر مبنی نہیں ہے بلکہ اس کا باعث سماع کے جواز پر اعتقاد رکھنے والوں کے ساتھ پرخاش ہے کہ ان کی نظر مُتعلق پر ہے متعلق پر نہیں ہے اور انہوں نے حقیقی معنی میں ’’لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ،، کو نہیں پڑھا اور ان کی زبان اس کے علاوہ:

وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۲؎ — اور ان کی آنکھوں پر گھٹا ٹوپ ہے۔
اور مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلاَ هَادِىَ لَهٗ ۳؎ — جسے اللہ گمراہ کرے اسے راہ دکھانے والا کوئی نہیں۔

کے پڑھنے سے خاموش ہے اور ان احکام کے حقیقی معنی تک نہیں پہونچ سکے ہیں اور قاری یا معترض نے اس آیت کی شان نزول پر نظر نہیں ڈالی ہے۔ایسا عقیدہ رکھنے والا اگر عظیم المرتبت مشائخ کا بھی منکر ہو تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

مندرجہ بالا آیت کے معنی یہ ہیں کہ لوگوں میں ایسا شخص بھی ہے جو فریب آمیز باتیں کرتا ہے جو سننے والے کو حق سے ہٹا کر دوسری طرف مشغول کرنیوالا ہے یعنی فسانۂ بے اعتبار کو اعتبار کا رنگ دیتا ہے تا کہ لوگوں کو خدا کے

۱؎ پ ۲۱ سورہ لقمٰن ۶ ۲؎ پ ۱ سورہ بقرے ۳؎ پ ۹ سورہ اعراف ۱۸۶

http://Ashrafi.org

راستے سے گمراہ کرسکے یعنی دین سے۔ یا وہ اپنی قرأت قرآنی سے اپنی جہالت و بے علمی اور بغیر دلیل کے اُن کے لئے خدا کا راستہ روک دے۔ جیسے کوئی ان پر افسوں کررہا ہے او وہ سحرزدہ ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے خوار اور رسوا کرنے والا ایک عذاب ہے اس دنیا میں قتل وغارت کی صورت میں اور اس کے علاوہ آخرت اور عقبیٰ کا بھی عذاب ہے۔ آیت مندرجہ بالا اُن لوگوں کے بارے میں ہے جو گانے والی کنیزوں کو خریدتے ہیں اور لوگوں کو اُن کا گانا سنوانے کیلئے بلاتے ہیں اور اس طرح حق کی باتوں کے سننے سے اُن کو روک دیتے ہیں۔ تفسیر القیامی وڈری اور بحر مواج میں جو قاضی شہاب الدین ہندی سے منسوب ہے اسیطرح صراحت کی گئی ہے:۔

اب یہ بات اچھی طرح یاد رکھئے کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو لہو ولعب کی باتوں کو اس لئے خریدتے ہیں تا کہ ان باتوں کے ذریعہ لوگوں کو بغیر علم کے گمراہ کریں۔ وہ آیات قرآنی کے ایسی معانی بیان کرتے ہیں جن میں استہزاء کا رنگ ہوتا ہے اور مسخرہ پن پایا جاتا ہے۔ ان لوگوں پر ایسا عذاب ہوگا جو ان کو خوار کردے گا۔

لہو ایسے باطل کو کہتے ہیں جو افعال حسنہ اور اقوال مستحسنہ میں مانع اور مزاحم ہو۔ دینی معاملات اور دینی مہمات سے غافل کردینے والا ہو جیسے من گھڑت قصے اور بے ہودہ حکایتیں بعض لوگوں نے لہو سے مراد سرد داور مزامیر اور ردد کا سننا لیا ہے۔ اور حکم بالا کی تاویل سے وہ سرود اور مزامیر کو حرام جانتے ہیں۔ ایسے لوگ اپنے ان اقوال کے مناسب اوران کی موید احادیث بھی پیش کرتے ہیں اور یہ بات نہیں سمجھتے کہ یہ حرمت تو اس سرد دومزامیر پر محمول ہے جو لہو اور بازی کے طور پر ہو اور اس کی حرمت پر سب کا اتفاق ہے۔

تفسیر مدارک میں ہے کہ: ''یہ آیت وَمِنَ النَّاسِ [۱]، (الآیہ) نصر بن حارث کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے۔ نصر بن حارث کا معمول تھا کہ وہ قصہ گویوں کو رقم دے کر شاہان فارس کے قصے سنا کرتا تھا اور پھر دوسرے لوگوں کو سنایا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ جسطرح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عاد وثمود کے قصے بیان کرتے ہیں اسی طرح میں بادشاہان فارس کے قصے تم کو سناتا ہوں۔ اس طرح وہ لوگوں کو شاہان فارس کے قصے سنا کر قرآن پاک کے سننے سے باز رکھتا تھا۔

اباحت سماع میں احادیث نبویؐ

وہ احادیث جو سماع کے مباح ہونے پر دلالت کرتی ہیں ان میں سے ایک حدیث وہ ہے جسکو بخاری ومسلم ربیع بنت معوذ بن غفراء سے روایت کیا ہے۔

عن الربیع بنت معوذ بن غفراء قالت جاء النبی علیہ السلام و جلس علےٰ فراشی وعندی جاریتان تضربان بالدف ویندبن من قتل من ابائھن یوم بدر فقالت	ربیع سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے یہاں تشریف لائے اور میرے فرش (بستر) پر بیٹھ گئے۔ میرے پاس دو لونڈیاں تھیں جو اس وقت دف بجا رہی تھیں اور جنگ بدر پر اپنے باپوں، (چچّا اور دوسرے اعزا) کے قتل

۱؎ پ۹ سورہ انفال ۲۴ ۲؎ پ۳ سورہ آل عمران ۳۱

http://Ashrafi.org

احد یھما فینا نبی یعلم ما فی غد فقال النبی علیہ السلام دعی ھذاوقولی ما کنت تقولین.	پرمرثیہ کے اشعار پڑھ رہی تھیں۔ پس ان میں سے ایک لونڈی نے کہا کہ ہمارے درمیان ایک ایسا پیغمبر موجود ہے جو یہ جانتا ہے کہ کل کیا ہوگا؟یہ سنکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس بات کو چھوڑ واور تم جو کہہ رہی تھیں وہی کہو۔

یہ حدیث شریف دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دف کی آواز اور گانے کو سنا اور اُن دو لڑکیوں کے اشعار سنے جبکہ جواں سال لڑکیوں سے بغیر ضرورت کے کچھ سننا بغیر پردے کے حرام ہوتا ہے اور یہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں اور اُن کا کلام سن رہے ہیں پس اس صورت میں غنا اور دف کا مرد سے سننا تو بطریق اولیٰ جائز قرار پاتا ہے اور کیوں جائز نہ ہو جبکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ تحقیق حکم فرمایا اس لڑکی کو گانے کا اس صورت میں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ''تو وہی کہہ جو کہہ رہی تھی،، پس وہ امر جو قرائن سے خالی ہو اس کو وجوب پر محمول کیا جاتا ہے پس وہ امر استحباب اور اباحت سے تو خالی ہو ہی نہیں سکتا (الا مرالمجر دعن القراین یحمل علی الوجوب فلا یخلوعن الندب والاباحۃ۔ مخطوطہ لطائف ۴۵۲)

حالانکہ اس میں وجوب کی صورت بھی موجود ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اپنے روبرو اس چیز کے روا رکھنے کا جو وہ پہلے کہہ رہی تھی وہ اشعار جو دف پر گا رہی تھی اسیطرح گائے۔ اور خود حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سماعت فرمار ہے تھے اور اُن اشعار کے معانی کی طرف متوجہ تھے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ طلب فرمایا ان چیزوں کو (ان اشعار کو) جنکے معانی کی طرف آپ متوجہ ہوئے تو اس کے ذکر کا وجوب ثابت ہو گیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَادَعَاکُمْ ۱؎	اے لوگو! جو ایمان لائے قبول کرو اللہ اور اس کے رسول کیلئے جسوقت کہ وہ تم کو بلائیں۔

اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واجب ہے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے تحت:

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ. ۲؎	آپ فرمادیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو پس میری اطاعت کرو۔ اللہ تم سے محبت فرمائے گا۔

پس قول مغنی (مغنیہ) کو دوبارہ طلب فرمانا (دوبارہ اشعار کے پڑھنے یا گانے کا حکم دینا) راگ یا غنا کا طلب کرنا کسی پر واجب نہیں ہوتا، وہ مخصوص تھا صرف سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بس اتنا ہے کہ اس کو

۱؎ پ۹ سورہ انفال ۲۴ ۲؎ پ ۳ سورہ آل عمران ۳۱

استحباب واباحت پر محمول کیا جاسکتا ہے۔

امام بخاری اور مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی یہ حدیث بیان کی ہے کہ:

انما قالت دخل علینا ابو بکر وعندها جاریتان تضربان بالدفّ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہمارے پاس (حضرت) ابوبکرؓ تشریف لائے اور اُن کے پاس دو کنیزیں دف بجا رہی تھیں (انکے سامنے)

اور بعض روایتوں میں اسطرح آیا کہ:۔

وقالت عائشة دخل علی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وعندی جاریتان تغنیان غناء بعاث فاضطجع علی الفراش وغشی وجهه بثوبه ودخل ابوبکر فانتهر هما فکشف النبی علیه السلام عن وجهه فاقبل علی ابوبکر وقال دعهما یا ابابکر فانها یوم عید.

حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس (گھر میں) تشریف لائے میرے پاس دو کنیزیں اُسوقت غنائے بعاث (جنگ بعاث سے متعلق اشعار) گا رہی تھیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس پہلو کے بل فرش پر لیٹ گئے اور اپنے کپڑے سے آپؐ نے اپنا منہ ڈھانپ لیا۔ اسوقت حضرت ابوبکر (صدیقؓ) تشریف لائے اور ان دونوں کنیزوں کو جھڑکا۔ تب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے روئے مبارک سے کپڑا اہٹایا اور حضرت ابوبکرؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے ابوبکر! ان کو رہنے دو (چھوڑ دو) کہ آج روز عید ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے:۔

''عید کا دن تھا اور اس روز حبشی ڈھالوں اور نیزوں سے کھیل رہے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ مجھ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اے عائشہ! کیا تم یہ کھیل دیکھنا چاہتی ہو میں نے کہا ''جی ہاں،، (نعم) بس آپ نے مجھے اپنے پیچھے اس طرح کھڑا کیا کہ میرا رخسار آپؐ کے رخسار پر تھا (خدی علیٰ خدہٖ) آپ فرماتے جاتے تھے کہ ''اے بنی ارفدہ اپنا کام (کھیل) جاری رکھو، میں نے ان کو اتنا دیکھا کہ میں تھک گئی، تب آپؐ نے یہ محسوس فرما کر ارشاد کیا کہ بس کافی ہے اب تم جاؤ۔،،

یہی روایت صحیح مسلم میں بعض جملوں کے فرق کے ساتھ ہے اور اس طرح آیا ہے کہ:۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے اپنا سر آپؐ کے دوش اطہر پر رکھدیا تاکہ اسطرح میں ان کے کھیل کو دیکھوں پس میں اُن کے کھیل کو دیکھتی رہی۔ جب تک میں کھڑی رہ سکی اس کے بعد میں واپس چلی آئی۔

http://Ashrafi.org

مسند احمد بن حنبلؒ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حبشی دف بجا رہے تھے اور کہتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بندۂ صالح ہیں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (استفسار) فرمایا کہ کیا کہتے ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یہ کہتے ہیں کہ محمد بندۂ صالح ہیں اور بعض روایات میں آیا ہے کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے فرمایا کہ:

ان تنظرے الیٰ زفن الحبشة	کیاتم حبشہ کا رقص دیکھنا چاہتی ہو؟اور آپؐ
ولم یکن ذٰلک اضطرار الیٰ	کا یہ ارشاد رقص وجمل (قسم رقص) غنائے
مساعدة الاصل خوفامن الوحشة	وحشت اور خوف کی مساعدت اصلی کے باعث
والغناء والزفن والحجل هوالرقص	بطور اضطرار نہیں تھا اور نہ اس میں وحشت و
وذٰلک یکون بفرح وشوق.	خوف کا عنصر شامل تھا کہ ان کا یہ غنا زفن اور حجل اسوجہ
	سے ہو بلکہ اسمیں فرحت اور شوق کی کیفیت شامل تھی۔

یہ تمام احادیث مذکور صحیح بخاری وصحیح مسلم میں صراحت کے ساتھ موجود ہیں جن سے ثابت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں غنا، کھیل، دف بجانا اور رقص کرنا حرام نہیں ہے اور یہ تمام احادیث ان امور کے جواز پر دلالت کرتی ہیں اور ان میں سماع، غنا اور رقص کے منکرین کا رد ہے۔

فقہ حنفیہ کی روایات وہ اصولی ہوں یا فروعی اور مشائخ مجتہدین وغیرہ ہم کے اقوال اس سلسلہ میں موجود ہیں۔ پس جو کوئی ان ہستیوں پر اعتماد کرتا ہے اور ان کے قول کی پیروی کرتا ہے اس کیلئے سماع، غنا اور وجد کی اباحت کے لئے تمام روایات جو حوالۂ کتب کے ساتھ مذکور ہوئیں کافی ہیں۔

شرح بزدوی میں جونوری کے نام سے موسوم ہے اور ابوالقاسم بن محمد بن عبداللہ الدمشقی کی تصنیف ہے یہ تشریح موجود ہے کہ ''معلوم ہونا چاہیے کہ وہ سماع جس سے ہمارے علماء کو اختلاف ہے ایسا سماع ہے جو بطور لہو ولعب ہو، فاسقوں کو جمع کیا جائے، شراب نوشوں کا مجمع ہو، تارکین نماز بیٹھے ہوں تو بے شک وشبہ ایسا سماع حرام ہے اور اگر کوئی ایسا صالح شخص سنے جو ہمیشہ نماز پڑھتا ہو اور اور ادووظائف کا تارک نہیں ہے، قرآن پاک کی تلاوت پابندی سے کرتا ہے اس کے لئے سماع حلال ہے، اس سلسلہ میں ہمارے علماء (رحمہم اللہ تعالیٰ) کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے۔

یہی نوعیت رقص ووجد کی ہے اس سلسلہ میں بہت سی احادیث بالتحقیق وارد ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب کرام نے ایسا کیا ہے شرح کافی میں مذکور ہیں جو ''الحمدی،، کے نام سے موسوم ہے اور جس کے مصنف محمد بن علی شافی ہیں۔

ہمارے علماء کرام کے یہاں سماع اس صورت میں مکروہ ہے جو برسبیل لہوولعب ہواور گناہ کا ارادہ پایا جائے فاسقوں کو جمع کیا جائے، نماز کی ادائیگی اور قرآن خوانی کو ترک کردیا جائے لیکن جو اہل نماز ہے اور اہلِ قرآن ہے اور صالحین میں سے ہے اس کیلئے سماع حلال ہے اسمیں ہمارے علماءؒ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے اس لئے کہ ایسے

سماع سے ان کا مقصد اللہ تعالیٰ کا حضور اور اس کا دیدار ہے وہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور آخرت سے خوف کا اس میں ذکر ہوتا ہے۔ اور یہ محمود ہے مذموم نہیں ہے یہی صورت تواجد اور رقص کی ہے وہ بھی محمود ہے مذموم نہیں ہے۔ کتاب المنافع میں مذکور ہے:۔

''غنا کا اپنی زوجہ یا مملوکہ جاریہ سے سننا جائز ہے۔،، و احاله عن نفسه

فتاویٰ عتابیہ میں ہے:۔

''امام ابو یوسف سے سوال کیا گیا کہ آیا غنا جائز ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ جائز ہے۔،، اور امام محمدؒ کے نزدیک بھی اسی طرح ہے۔ کتاب مقصد السالکین میں مذکور ہے:۔

''فتویٰ کی وہ روایات (وہ فتاویٰ) جو امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے اکابر علماء سے ''حرمت سماع،، پر وارد ہیں، وہ تمام روایات (یعنی فتاویٰ) اسی پر محمول ہیں کہ سماع سے مراد آلات لہو ہیں یعنی وہ غنا جس میں آلات (مزامیر) استعمال ہوتے ہیں، غنائے مطلق مراد نہیں ہے۔ یعنی حُرمت کا فتویٰ غنائے مطلق پر نہیں ہے۔

پس جائز نہیں ہے کہ ان روایات فتویٰ کو علی العموم حرمت سماع کی دلیل بنایا جائے تا کہ اُن احادیث صحیحہ سے انکار نہ ہو جو اباحت سماع میں وارد ہیں جنکو ہم اس سے قبل بھی بیان کر چکے ہیں اور تم اُن سے واقف اور آگاہ ہو چکے ہو، جیسا کہ فتاویٰ تاتاریہ میں فتاویٰ عتابیہ کے حوالہ سے ذکر کیا گیا ہے۔

نغمۂ دوم

مشائخ و صوفیہ متقدمین و اکابر طریقت کے اقوال سماع کے بارے میں

حضرت شیخ ابو طالب مکی قدس اللہ سرہٗ (صاحب قوت القلوب) نے اباحت سماع کے سلسلہ میں اقوال سلف بیان فرمائے ہیں اور شیخ ابو طالب مکی جو اپنے تجر علمی اور کمال حال کے اعتبار سے امام معتبر تھے وہ متقدمین کے احوال سے اچھی طرح باخبر تھے، زہد و تقویٰ اور صواب اندیشی میں ان کا مقام بہت بلند ہے۔

عالم متجر، کامل در اصول و فروع محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

''جس نے سماع کا انکار کیا بطور عموم، تحقیق کہ اُس نے صحابہ و تابعین میں سے ستّر اولیاء کا انکار کیا ''ابن مجاہد،، کے بارے میں مروی ہے کہ وہ ایسی دعوت قبول نہیں کرتے تھے جس میں سماع نہیں ہوتا تھا۔،،

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ اس بات پر فقہاء کا اجماع ہے کہ ایسا جس میں لہو و فسق نہ ہو مباح ہے۔ پس سماع کو مطلقاً حرام کہنا درست نہیں تا کہ گناہ نہ ہو۔ حضرت شیخ ابو طالب مکّی فرماتے ہیں:۔

ولم یزل اهل المدینة مواظبین	اور ہمیشہ اہل مدینہ نے سماع کے سلسلہ میں
لاهل مکة علی السماع الیٰ زماتنا	اہل مکہ کی مداومت کی ہے یہ سلسلہ ہمارے زمانے

http://Ashrafi.org

هذا فادركنا ابا مروان القاضي وله جوار يستمعون التلحين اعدان للصوفية. قال وكانت لعطاء جاريتان تلحان وكان اخوانه يستمعون اليها.

تک پہنچا۔ قاضی ابومردان کے پاس کنیزیں تھیں وہ ان سے الحان سنتے تھے اور یہ کنیزیں انہوں نے صوفیا کے لئے مہیا کی تھیں۔ شیخ ابوطالب قدس سرہٗ کا قول ہے کہ شیخ عطاء کے پاس دوکنیزیں تھیں جوگاتی تھیں اوران کے بھائی ان کے الحان (گانے)کو سنتے تھے۔

شیخ ابوالحسن بن سالمؒ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ سماع سے انکارکس طرح کیا جاسکتا ہے جب کہ سیّدالطائفہ جنید بغدادی، شیخ سری سقطی، ذوالنون مصری (قدس اللہ اسرارہم) نے اسکوسنا ہے۔ اور میں کسطرح انکار کرسکتا ہوں جبکہ مجھ سے بالتحقیق بہتر شخص نے سماع کوجائز سمجھا اورسنا ہے اوروہ حضرت عبداللہ بن جعفرطیار ہیں۔ البتہ سماع میں لہوہوتب جائزنہیں ہے

شیخ الشیوخ (شہاب الدین سہروردی) نے عوارف المعارف میں کہا ہے کہ یہ قول صحیح ہے پس منکرسماع سماع کا انکارکس طرح کرتا ہے؟

السیر الکبیر میں مذکور ہے حضرت جنید وحضرت ذوالنون مصری (قدس اللہ اسرارہما) جیسے صلحاء سے اورمصر کے دوسرے مشائخ سے کہا گیا کہ کیا آپ اشعاروغیرہ کا الحان سے سننا جائز سمجھتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں جسطرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سماعت فرمایا ہے۔

فتاویٰ بسیط میں آیا ہے سماع الغناء مباح من المغني ومن غيره (مغنی اوراس کے غیر سے غنا کا سننا جائز ہے) پس جب بغیرلحن کے سننا جائز ہے تولحن سے سننا بھی جائز ہوا۔

اب رہا مسئلہ قصائدواشعارکا توجب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شعر کے بارے میں دریافت کیا گیا تو حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ،،

هو كلام فحسنه حسن وقبيحه قبيح. وہ کلام ہے اسکا اچھا اچھا ہے اوراسکا قبیح قبیح ہے۔

پس اچھا کلام وہ ہے جونصیحت وحکمت، ذکرخدا، نعمت ہائے خداوندی اوراس کے اوصاف پر مشتمل ہو یا متقیوں کے اوصاف اورصالحین کی نعت پر مشتمل ہو، ایسے کلام کا سننا حلال ہے اوراگر میلوں، منزلوں، زمانوں کا ذکر ہے جیسا کہ قصائد کی تشبیب میں پایا جاتا ہے توان کا سننا مباح ہے اوروہ کلا مجو ہجووفسق پر مبنی ہواس کا سننا حرام ہے اوراگرکلام (اشعار) میں خدوخال، قدوزلف (بالوں) کا ذکر ہے تو اُن اشعارکا سماع مکروہ ہے، لیکن عالم حقانی کے لئے جوطبع وشہوات، الہام ووسوسہ میں تمیزکرسکتا ہے اورجسنے مجاہدوں اور ریاضتوں سے اپنے نفس کو مارڈالا ہے اورجس کی بشریت کی آگ بجھ چکی ہے اورحظِ نفس اسمیں باقی نہیں رہا ہے بلکہ نفس کے حقوق اس پر باقی ہیں۔ ایسے عالم حقانی کے لئے ان اشعارکا سننا مکروہ نہیں ہے۔

http://Ashrafi.org

بعض مشائخ سے سماع کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اہلِ عبادت وتقویٰ کے لئے مستحب ہے اور لذّت پرستوں اور لطف اندوزوں کے لئے مکروہ ہے۔

شیخ جنید بغدادی قدس اللہ سرہٗ سے جب سماع کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ ہر وہ چیز جو بندے کو خدا کے حضور میں پہنچادے مباح ہے۔

دستور القضاۃ میں ہے کہ سماع گاہے حرام ہوتا ہے، گاہے مباح، گاہے مستحب اور گاہے مکروہ لیکن وہ سماع حرام ہے جس میں ایسے افراد جمع ہوں جن پر دنیا کی شہوت غالب ہو پس انہیں حرکت نہیں دیتی وہ چیز جو ان کے دل پر غالب ہے یعنی صفات مذکورہ پس یہ حرام ہے۔

سماع مباح وہ ہے کہ لوگوں کے لئے کوئی حظ نفس اس میں سوائے حسن صوت کے موجود نہ ہو، سماع مکروہ اس شخص کے لئے ہے کہ جو اپنے تصوّر میں مخلوق کی صورت کو تو نہیں لاتا، کسی عورت یا مرد کا تصور اس کے دل میں نہیں آتا لیکن وہ اکثر اس کو بر سبیل لہو سنتا ہے اور سماع مندوب و مستحب اس شخص کے لئے ہے جس پر محبت الٰہی کا غلبہ ہو اور اس کے دل میں اچھی آواز کے سوا اور کسی چیز سے حرکت پیدا نہیں ہوتی۔(ولمن لایحرک الاّ صوت المحمود)

منقول ہے کہ سلطان المشائخ (حضرت نظام الدین اولیا) فرماتے تھے کہ سماع چار قسم کا ہے:۔

۱۔حلال۔وہ اسطرح کہ جب سنا جائے تو پوری پوری توجہ حق تعالیٰ کی طرف ہو اور مجاز کی طرف مطلقاً رغبت نہ ہو۔

۲۔مباح یعنی ایسا سماع کہ اس میں حق تعالیٰ کی طرف زیادہ میلان ہو اور مجاز کیطرف بہت ہی کم میلان ہو۔

۳۔مکروہ۔یعنی ایسا سماع جسمیں مجاز کی طرف زیادہ میلان ہو اور حق کی طرف کم۔

۴۔حرام۔سماع حرام وہ ہے کہ سوائے مجاز کے اور کسی طرف قطعی میلان نہ ہو اور اصلاً حق کی طرف نہ ہو۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ایک شخص نے آپ (نظام الدین اولیاء) سے دریافت کیا کہ اس کا کیا سبب ہے کہ اکثر اوقات سماع کی بنیاد پسندیدہ آوازوں، تاروں اور مزامیر پر ہوتی ہے قرأت قرآن پر سماع کی بنیاد نہیں رکھتے (قرآن کی قراءت نہیں ہوتی) جب کہ زیادہ مناسب یہی ہے۔آپ نے جواب میں فرمایا کہ:۔

''حضرت شیخ خواص رحمۃ اللہ علیہ سے یہ سوال کیا گیا کہ انسان کا بھی عجیب حال ہے کہ غیر قرآنی کلام سنکر تو وہ حرکت میں آجاتا ہے (وجد کرتا ہے) لیکن قرآن سنکر اس میں یہ حرکت پیدا نہیں ہوتی۔پس حضرت خواص نے فرمایا کہ قرآن حکیم سنکر انسان کو ایک دھچکا سا لگتا ہے اس لئے کسی کے لئے بھی یہ ممکن نہیں کہ وہ اپنی شدّت غفلت کے تاثر کے باوجود حرکت (وجد) میں آجائے۔اور نغمات کی سماعت تو محض ایک فرحت وراحت ہے اسلئے (اس سرور وانبساط سے) اس سے ایک وجد کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے لیکن جو صاحبانِ دل ہیں وہ قرآن سنکر بھی وجد میں آجاتے ہیں۔جبکہ وہ اثر آفریں کلمات حکمت سنتے ہیں۔قرآن سنکر اثر نہ ہونے کی مثال اسطرح ہے جیسے کوئی کسی کو آواز دے اور وہ نہ سنے مگر کسی صاحب دل کے چاہنے اور طلب کرنے پر ایک دانائی کی بات اگر وہ سن لے تو اثر پذیر ہوجاتی ہے۔

http://Ashrafi.org

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس میں کیا حکمت ہے (یا نکتہ پوشیدہ ہے) کہ صوفیاء کی محفلوں میں قوالوں سے سماع سنا جاتا ہے اور قرآن پڑھنے والوں سے قرآن نہیں پڑھوایا جاتا جبکہ قرآن ہر حال میں غنا سے افضل و برتر ہے تو اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اس میں حکمت یہ ہے کہ صاحب وجد کو ہیجان میں لانے کیلئے غنا قرآن سے زیادہ شدید ہے۔ کثرت وجوہ کے باعث۔

اول تو یہ کہ قرآن پاک کی تمام آیات صاحب وجد کے مناسب حال نہیں ہوتیں۔ مثلاً ارشاد ربانی ہے:۔

وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ [۱] اور جو پارسا عورتوں کو عیب لگائیں۔

یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ [۲] اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں

یا اسی قسم کی وہ دوسری آیات ہیں جن میں میراث کا بیان یا طلاق وحدود کے احکام اور مسائل ہیں یہ محرک قلب نہیں ہیں۔ محرک قلب تو وہی چیز ہوسکتی ہے جو دل میں موجود ہے یا دل سے مناسبت رکھتی ہو۔ (المحرک لما فی القلب ماینا سبة) وہ اشعار جو شعراء نے اظہار واحوال دل کے لئے نظم کئے ہیں پس ان کے معانی سمجھنے کے لئے تکلف یا غور وفکر کی ضرورت پیش نہیں آتی (وہ فوراً اول پر اثر کرتے ہیں) لیکن آیات مذکورہ کے مفاہیم سمجھنے کے لئے تکلیف اور غور وفکر کی ضرورت ایسے سامع کے لئے ہے جس پر حال کا غلبہ ہو اسلئے جب وہ آیات وصیت سنتا ہے تو حال موت کا اس پر غلبہ ہوتا ہے اور اسوقت محبوب چیزیں (مال واولاد) کی جدائی کا غم غالب آجاتا ہے یا اقرباء سے بچھڑنے کا غم اسکو گھیر لیتا ہے یا پھر حق تعالیٰ کی طرف پہنچنے کا شوق غالب آجاتا ہے اس لئے کہ موت ایک پل ہے جو حبیب کو حبیب تک پہنچا دیتا ہے یا آیات قرآنی سن کر دہشت زدہ ہو یا اس کے دل میں رحمتِ الٰہی کا خیال پیدا ہوتا ہے جو تمام بندوں کے شامل حال ہے یا وہ ان آیات کو سنکر مرد کی اس فضیلت سے آگاہ ہو جاتا ہے جو اس کو عورتوں پر حاصل ہے اور آخرت میں عورتوں پر اُن مردوں کو فضیلت حاصل ہوگی جن کو خرید وفروخت اور تجارت یادالٰہی سے غافل نہیں کرتی ہے اور وہ مرد جو حق تعالیٰ کی یاد سے غافل ہے وہ تو عورت ہے بلکہ مخنث ہے، اور جب وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سنتا ہے:۔

لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ [۳] (پارہ۴ سورۂ نساء آیت ۱۱) اور مرد کے لئے دو عورتوں کے مثل حصہ ہے۔

اس سے بھی مرد کی برتری ثابت ہوتی ہے، دوسری بات یہ کہ اشعار اپنی تاثیر کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں اور نفس پر ان کا اثر مختلف انداز میں ہوتا ہے۔ کبھی الفاظ کے اتار چڑھاؤ، حروف کوتاہ کو دراز (مد) کرنا اور دراز کو کوتاہ کردینا۔ اشعار میں تو ایسا تصرف روا ہے لیکن قرآن کی تلاوت میں یہ تصرف جائز نہیں ہے بلکہ جسطرح وہ نازل ہوا ہے اسی طرح اسکو پڑھا جائے گا۔ اس کے خلاف کرنا حرام ہے اور سخت مکروہ ہے اس لئے کہ اپنی طبع

---

[۱] پ ۱۸ سورۂ نور ۴ [۲] پ سورہ نساء ۱۱ [۳] ایضًا

http://Ashrafi.org

کے موافق اتار چڑھاؤ پیدا کرنا اور اس کے نزول کے خلاف کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں ہے (کہ جہاں چاہا کھینچ کر پڑھا اور جہاں چاہا قصر کردیا) جبکہ اشعار میں ایسا نہیں ہے۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس اور اس کی صفت، اور وہ حق ہے، صفات بشری کی یہ طاقت نہیں ہے کہ اس کو برداشت کرسکے یعنی اصل قرآن اللہ تعالےٰ کی صفت متکلمی ہے جو غیر مخلوق ہے اور صفات مخلوق میں یہ طاقت نہیں کہ اس کا تحمل کرسکے۔ اگر اس کے معانی کا ایک ذرہ بھی قلب پر منکشف ہوجائے تو دل پھٹ جائے اور دہشت زدہ اور متحیر ہوجائے جبکہ لحن لطیف کو طبائع کے ساتھ ایک مناسبت حاصل ہے اور یہ مناسبت حظ اور لطف کی ہے نسبت حقوق نہیں ہے اور شعر میں یہ نسبت حظوظ موجود ہے۔ شیخ ابونصر سراج طوسی نے بطور اعتذار ایسا ہی کہا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ میں تیس سال تک پرکار کی طرح گردش میں رہا ہوں (سفر میں تیس سال گزارے ہیں) اور بہت سے اکابر روزگار کی خدمت میں حاضر رہا ہوں اور ان کی مجالس میں حاضر ہوکر بہت سے فیوض حاصل کئے ہیں۔ میں نے ان بزرگوں میں سے کسی کو بھی بغیر سماع کے نہیں پایا۔ ان مشائخ میں سے ہر ایک سماع سے شغف رکھتا تھا اور ہر ایک کو اس میں مشغول پایا۔ ہر چند کہ بعض ایسے مشائخ بھی تھے جو سماع سے احتراز کرتے تھے لیکن منکر نہیں تھے۔

مشائخِ متقدمین میں حضرت سیّد الطائفہ جنید بغدادی، شیخ ابوبکر شبلی، حضرت معروف کرخی، حضرت سری سقطی حضرت بایزید بسطامی، شیخ ابوسعید ابوالخیر، شیخ عبداللہ خفیف، شیخ حاجی شریف زندنی (قدس اسرارہم) اور ان حضرات کے علاوہ دوسرے اکابر اور مشائخ جن کا ذکر تذکرۃ الاولیاء میں موجود ہے اور وہ بزرگ جن کا ذکر طبقات الصوفیہ میں ہے ان میں سے اکثر حضرات سماع سے شغف رکھتے تھے اور مشائخ متاخرین میں حضرت فریدالدین، قاضی حمیدالدین، خواجہ قطب الدین اور حضرت نظام الدین اولیاء (رحمہم اللہ تعالیٰ) کے بارے میں صحیح روایات سے یہ ثابت ہے کہ یہ تمام حضرات وجد و رقص بھی کرتے تھے۔

پس جو کوئی سماع کا منکر ہے اور اس کو حرام کہتا ہے گویا وہ یہ کہتا ہے کہ ان اولیائے عظام نے امر حرام کا ارتکاب کیا ہے۔ بات یہ ہے کہ ان لوگوں کے اقوال (انکار سماع) عداوت پر مبنی ہیں لیکن ان کو یہ معلوم نہیں کہ ''جس نے کسی ولی سے عداوت کی اُس نے حق تعالیٰ سے محاربہ کیا۔،،

کتاب عوارف المعارف میں بیان کیا گیا ہے کہ ''سماع،، کا منکر ان تین باتوں سے خالی نہیں ہوگا یا تو وہ اخبار و آثار سے بے خبر ہے یا بزرگوں کے اعمال پر مغرور ہے یا اس کی طبیعت ذوق و شوق سے خالی ہے۔ یہ جو کہا گیا ہے کہ وہ آثار و اخبار سے بے خبر ہے اس سے مدعا یہ ہے کہ اس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کنیزوں والی اور حبشیوں کے رقص والی ''احادیث،، کا علم نہیں ہے تو رقص کے بارے میں اس کا جہل اس دلیل سے رفع ہوجائیگا کہ:۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک موقع پر) اپنے اصحاب میں سے تین صحابہ کی تعریف فرمائی تو تینوں حضرات خوشی سے رقص کرنے لگے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا: انت اخونا ومولانا

http://Ashrafi.org

(تو میرا بھائی اور دوست ہے) یہ سنکر وہ خوشی سے رقص کرنے لگے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا اَنت علی بمنزل هارون من موسیٰ (جسطرح حضرت موسیٰ کے بھائی ہارون تھے اسیطرح تو میرا بھائی ہے) انہوں نے خوش ہوکر رقص کیا اور حضرت جعفر طیار سے فرمایا انت اشبهت خَلْقِیُ وَخُلُقِی (تو میری صورت وسیرت میں مثابہ ہے) یہ نوید سنکر وہ بھی خوشی سے رقص کرنے لگے۔

اور جس شخص کا انکار بسبب غرور کے ہے یعنی جو شخص اپنی عبادات بدنی پر غرور کرتے ہوئے سماع کا منکر ہے تو اسے معلوم ہونا چاہیئے کہ سماع کا تعلق بدن سے نہیں ہے، وہ ایک لطیفۂ غیبی ہے جو واردات قلب سے ہے، اور اعمال کا تعلق نیّت سے ہے ایک شخص ایک شعر سنتا ہے یا کوئی آواز اس کے کانوں میں پہنچتی ہے تو اس سے اس پر رقص یا وجد کی ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے جو کہ عابدوں کی عبادات بدنی سے ترجیح رکھتی ہے۔ (اور احالتی پدید آید کہ بر عبادات بدنی عابدان راجح باشد (مخطوطہ ۴۲۵))

اور کہا گیا ہے کہ جة بة من جزبات الحق توازی عمل الثقلین (یعنی کشش ہائے حق سے ایک کشش جن وانس کے عمل کے ہم وزن ہوتی ہے)

جو شخص جامد الطبع بے ذوق اور فاسد المزاج ہو تو اس کا کوئی علاج نہیں ہے جسطرح عنین (نامرد) لذت مباشرت کو کیا جانے اور نابینا شخص حسینوں کے حسن وجمال سے کیا محظوظ ہوسکتا ہے۔

بیت

حسن یوسف کجا شناسد کور لحن داؤد راچہ داند کر
قیمت زعفران چہ داند بُز لذت ارغوان چہ داند خر
گادیکہ سزائی کاہ باشد نورینہ دہی تباہ باشد

ترجمہ:۔ حسن یوسف کو ایک اندھا کب جان سکتا ہے اور لحن داؤد کی لذت سے ایک بہرہ کب محظوظ ہوسکتا ہے بکری زعفران کی قیمت کیا جانے۔ گدھے کو ارغوان کی لذت کیا معلوم۔

گائے کو گھاس ہی مناسب ہے، نورینہ دوگے تو تباہ کردے گی۔

ان لوگوں کے بارے میں یہ کہنا چاہیئے کہ:

اُولٰٓئِکَ کَالْاَ نْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ[۱] وہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ اُن سے بھی زیادہ گمراہ ہیں

بس بعض انعام کو اس انعامِ خاص سے کوئی حصہ نہیں ملا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ عارف پر ''سماع،، میں جو کیفیت طاری ہوتی ہے اور وقت کی جو دولت اس کے حصے میں آتی ہے وہ سو چلّوں (اربعین) سے بھی حاصل نہیں ہوسکتی اور نہ شدید ریاضتوں سے وہ دولت

---

[۱] پ ۹ سورہ اعراف آیت ۱۷۹

http://Ashrafi.org

ولذت مل سکتی ہےاوراس لذت سے بڑھ کراورکون سی لذت ہوسکتی ہے کہ جواس شراب وصول کا ذوق جان کرحاصل ہوتی ہےاور جب وہ شوق سے سیراب ہوجاتے ہیں تو اُن کوایک نئی جان عطا کی جاتی ہے۔

غزل

فرمودۂ حضرت جہانگیراشرف

مماتی نیست گردیدار باشد — حیات جاودان ازیار باشد
زہی مقتول تیغ غمزۂ دوست — شہیدان راسپہ سالار باشد
کسی کو سربہ زیر تیغ خونخوار — ندارد زیرپائی خوار باشد
سماع پردۂ اسرار جان را — رہ اندر پردۂ اسرار باشد
شنیدہ پردۂ اسرار گرددن — چوصوفی روز وشب دوار باشد
زشوق نغمۂ توحید اشرف — چوساز از دل بزیروزار باشد

ترجمہ:۔ا۔اگر دیدار یار ہوجائے تو موت معنے نہیں رکھتی۔حیاتِ جاوداں یار کی جانب سے ہے۔
۲۔اپنے دوست کے اشارہ کی تلوار سے قتل کئے جانیوالے شہیدوں کے سپہ سالار ہوتے ہیں۔
۳۔کوئی بھی عقلمند انسان اگر اپنا سر بغیر کسی تدبیر کے خونخوار تلوار کے نیچے ڈالے گا تو ذلت اوررسوائی اٹھائے گا۔
۴۔روح کے پردۂ راز کو سننا اس پردۂ راز کے اندر جانے کا راستہ معلوم ہونے کے مترادف ہے۔
۵۔وہ صوفی جورات دن حرکت میں ہواس عالم کے پردۂ راز سے واقف ہو چکا ہوتا ہے چونکہ اس نے اس پردۂ راز کوسنا ہوتا ہے۔
۶۔اے اشرف! توحید کے نغمہ کے شوق میں جوآواز دل سے نکلتی ہے وہی ''رونا،، ہوتا ہے۔

متعدد مشائخ عظام اورصوفیائے کرام خصوصاً صوفیائے متاخرین نے سماع کی حالت میں اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کی ہے، چنانچہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی قدس اللہ سرہٗ نے ''سماع،، میں یہ شعر سن کر جان دے دی اور دولت وصال سے بہرہ در ہوئے۔

شعر

کشتگان خنجر تسلیم را — ہرزمان ازغیب جان دیگراست

ترجمہ:۔اطاعت اور فرمانبرداری کے خنجر سے ہلاک ہونے والوں کو ہرزمانے میں غیبسے دوسری زندگی ملتی ہے۔ متقدمین صوفیائے کبار میں متعدد حضرات کا وصال حالت سماع میں ہواہے ''طبقات الصوفیہ،، میں بیان کیا گیا ہے کہ خواجہ صوفیاں حضرت ذوالنون مصری، حضرت شبلی، حضرت خراز، شیخ نوری (شیخ ابوالحسن نوری) شیخ دراج قدس اللہ اسرارہم کا وصال حالِ سماع میں ہوا۔ ان حضرات میں سے تین حضرات تو تین روز تک بے ہوشی کی حالت میں

زندہ رہے اور تین دن کے بعد وصال فرمایا۔ باقی حضرات کا اُسی وقت انتقال ہوگیا۔ ان حضرات کے علاوہ بھی بہت سے ایسے مشائخ اور مریدانِ باصفا تھے جن کا حالت سماع میں انتقال ہوا ہے، خواہ وہ سماع قرآن ہو یا سماع الحان یا سماع اشعار چنانچہ حضرت ذرارہ بن ابی اوفی قاضی بصرہؒ محراب مسجد میں قرأت قرآنی فرمارہے تھے آپ کے قریب ہی ایک دوسرے صاحب (بزرگ) قرأت میں مصروف تھے جب انہوں نے یہ آیت پڑھی

فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِہ فَذٰلِکَ یَوْمَئِذٍ یَوْمٌ عَسِیْرٌہ[1] پھر جب صور پھونکا جائے گا تو وہ دن کڑا دن ہوگا۔

ترجمہ:۔ تو حضرت ذراہ نے ایک چیخ ماری اور گر پڑے، گرتے ہی جان جسم سے رخصت ہوگئی۔ شیخ الاسلام پیر ہروی (حضرت عبداللہ انصاری) فرماتے ہیں کہ:۔

''سماع اُس محبوب کے دیدار کے لئے اس جوانمرد کیلئے مدومعاون ہے جس کے کان اسکی طرف لگے ہیں اور آنکھیں محوِ دیدار ہیں۔ ایسی حالت میں طاقت اور ہوش کی گنجائش کہاں ہے۔،،

صاحب کشف المحجوب حضرت داتا گنج بخش فرماتے ہیں کہ:۔

''میں نے ایک بزرگ کو دیکھا آذربائیجان کے پہاڑوں سے گزر رہے تھے اور یہ اشعار پڑھتے جارہے تھے

اشعار

واللّٰہ ماطلعت شمس ولا غربت	نہیں جھوٹ اس میں (خدا کی قسم) کوئی صبح ہو کہ وہ شام ہو
الاّ وانت مُنیٰ قلبی ووسواسی	میرے دل میں صرف رہا ہے تو مرے دل کی بس تو ہے آرزو
ولا جلست الی قوم احد ثھم	مجھے کیا کسی سے غرض بھلا کروں اس سے میں تیرا تذکرہ
الاوانت جلیسی بین جلاسی	مراہم نشین ہوا ہے تو، کروں اور کس سے میں گفتگو
ولا تنفست محزوناً ولافرحاً	نہ رہین غم میں کبھی رہا، میں مسرتوں سے رہا وراء
الاوذکرک مقروناً بانفاسی	تو قریب مجھ سے ہے اسطرح، میرے ہر نفس میں ہے تو ہی تو
ولا هممت بشرب الماء من عطش	رہی برقرار اسی طرح، تیری تشنگی نہ کبھی بجھی
الارأیت خیالاً منک فے الکاسی	جو بجھی تو اسطرح وہ بجھی، نظر آیا جام آب میں تو

(ترجمہ منظور از مترجم)

یہ اشعار پڑھتے پڑھتے وہ یکبارگی گر گئے اور جان، جانِ آفرین کے سپرد کردی۔

شیخ ابوبکر حمویؒ فرماتے ہیں:۔ ایک بار میں مکہ میں ایک بزرگ کا مہمان تھا، میزبان کے پاس ایک کنیز تھی، وہ گانا جانتی تھی۔ پس اُس نے گانا شروع کیا اور ابھی اس نے یہ مصرعہ ہی پڑھا تھا کہ ؎

---

[1] پ ۲۹ سورہ مدثر ۹۔۸

http://Ashrafi.org

مصرعہ

لامنی فیک معشر فاقلوّا و اکثروا

ترجمہ:۔ تیری محبت میں لوگوں نے مجھے بہت ملامت کی پھر بھی کم کی۔

وہاں ایک صاحب دل درویش اور بھی موجود تھے، یہ مصرعہ سنتے ہی وہ کھڑے ہوگئے اور چند نعرے لگائے اور کہا ''تیری محبت میں ملامت کہاں ہے جو تو نے یہ بات کہی،، یہ بات کہتے ہی وہ بے ہوش ہوکر گر پڑے اور اُنکی روح پرواز کرگئی۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ:۔ابوعبداللہ سے منقول ہے کہ شیخ ایوب نجار ایک قزوینی کے گھر مکہ مکرمہ میں ایک محفل سماع میں شریک تھے۔قوال نے فارسی میں کچھ اشعار پڑھے انہوں نے اپنی کمر سیدھی کی، سیدھے کھڑے ہوگئے اور ایک نعرہ مار کر گر پڑے اور بے ہوشی حالت ہی میں انکا انتقال ہوگیا۔شیخ الاسلام سے یہ بھی منقول ہے کہ شیخ ابوالقاسم شائح کچھ مریدوں کے ساتھ کسی کے یہاں مہمان تھے اور مجلس سماع میں بیٹھے تھے کہ قوال (نغمہ سرا) نے یہ چند اشعار پڑھے

اشعار

کل بیت انت ساکنہ — غیر محتاج الی السروج
وجھک المیمون حجتنا — یوم یاتی الناس بالحجُج
لاامآج اللّٰہ لی فرجاً — یوم یدعونک بالفرجِ

ترجمہ:۔ا۔ ہر وہ گھر جس میں تم سکونت پذیر ہوا سے چراغ کی ضرورت نہیں۔

۲۔تمہارا مبارک چہرہ ہمارے لئے دلیل اور حجت ہے اس دن کیلئے جس دن لوگ حج کو آتے ہیں۔

۳۔اللہ تعالیٰ میرے لئے کشادگی پیدا نہ کرے جس دن لوگ آپ کو اس بات کیلئے پکاریں کہ آپ کشادگی پیدا کردیجئے۔

یہ اشعار سنکر شیخ ابوالقاسم شائح نے اپنے ہاتھ اٹھا کر ایک نعرہ مارا اور گر پڑے، جب اُن کو دیکھا گیا تو اُن کی روح پرواز کر چکی تھی۔

یہ واقعہ بھی شیخ الاسلام سے منقول ہے کہ ایک صوفی نے بیان کیا کہ:۔نیشاپور شہر کے اندر ایک حادثہ پیش آ گیا تھا، شہر کے لوگ شہر چھوڑ کر باہر چلے گئے تھے میں ایک مسجد میں تھا، اس مسجد کے ایک گوشہ میں ایک اور درویش پہلے سے موجود تھے۔اتنے میں ایک قوال (گانے والا) درویش نے اس سے کہا کہ کچھ سناؤ۔اُس نے ایہ اشعار پڑھے

اشعار

القیت بینی وبین الحب معرفة — لاینقضی ابدا اوینقض الابد
لاخرجن من الدنیا وحبکم — بین الحوائج لم یشعر به احد

ترجمہ:۔میں نے محبت اور اپنے درمیان شناسائی کو ڈالدیا ہے جو کبھی ختم نہ ہوگی اور یہ مدت دنیا ختم

ہوجائے گی۔ میں دنیا سے اس طرح نکلوں گا کہ تیری محبت میرے پہلوؤں کے درمیان اس طرح ہوگی کہ اس کو جاننے والا کوئی نہیں ہوگا۔

یہ اشعار سننے کے بعد وہ درویش تڑپنے لگے اور دو نماز کے وقفہ کے درمیان اسیطرح تڑپتے رہے پھر اُنکو سکون ہوگیا۔ جب انکو دیکھا گیا تو اُن کی روح پرواز کر چکی تھی۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ حضرت شیخ الاسلام بیان فرماتے ہیں کہ:۔شہرایلہ میں جو بصرہ اور کوفہ کے درمیان واقع ہے ایک صوفی کا گزر ہوا۔ وہ چلتے چلتے ایک محل کے نیچے پہنچے۔ رئیس خانہ کی کنیز اس وقت گا رہی تھی صوفی نے کان لگا کر سنا تو اس کی زبان پر یہ شعر تھا

شعر

کل یوم تتلون غیر ھذابک احسن کل یوم تتحول غیر ھذابک اجمل

ترجمہ:۔تو ہر روز رنگارنگ ہوتا ہے حالانکہ اس کے بغیر تو بہتر ہے اور ہر روز حال و بحال گھومتا ہے بغیر ازین زیادہ بہتر ہے۔

درویش کو یہ شعر بہت پسند آیا۔فوراً اس کنیز کے پاس پہنچ گئے اور کہا کہ اے کنیز تجھے رب کی قسم اس شعر کو پڑھے جا۔کنیز نے اس شعر کی تکرار شروع کردی،اس کے آقا نے کہا کہ تو ایک ہی شعر کیوں دہرا رہی ہے کنیز نے کہا کہ محل کے نیچے ایک درویش موجود ہے اس کو اس شعر سے کیفیت آ گئی ہے اسی وجہ سے میں اس شعر کو دُہرا رہی ہوں۔اس نے کھڑکی سے سر باہر نکال کر اس درویش کو دیکھا تو اس پر وجد کی کیفیت طاری تھی۔ رقص کرتے کرتے کچھ کہا۔ایک نعرہ لگایا اور اس کی روح پرواز کر گئی۔ امیر نے جب یہ صورت حال دیکھی تو اس کی حالت میں کچھ عجیب تغیّر رونما ہوا۔اُس نے کنیز کو آزاد کردیا اور شہر کے تمام صوفیوں (درویشوں) کو بلایا اور اس درویش کی نماز جنازہ پڑھی اور دفن کر دیا۔

درویش کے دفن کے بعد امیر نے ان درویشوں سے کہا کہ آپ لوگ مجھے پہچانتے ہوں گے میں فلاں ابن فلاں ہوں۔ میں آپ سب لوگوں کو گواہ کرتا ہوں کہ میرے پاس جو مال ومتاع اور املاک ہے اسکو میں نے درویشوں کے لئے وقف کردیا ہے میں اس محل کو بھی راہ خدا میں دیتا ہوں۔ اس امیر کے پاس جو کچھ سونا چاندی موجود تھا وہ اُس نے اسی وقت اُن درویشوں میں تقسیم کردیا۔ اُس نے لباس فاخرہ اتار کر صرف ایک ازار باندھ لیا اور ایک گدڑی پہن کر جنگل کی راہ اختیار کر لی۔ اسکے بعد اس فقیر حال امیر کو کسی نے نہیں دیکھا اور نہ ہی کسی شخص سے اس کے بارے میں سنا گیا۔

حضرت شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ شیخ ابوبکر السوسی کا بیان ہے کہ ایک رات ہم کو سماع کی خواہش ہوئی کہ کوئی شخص ملے تو اس سے کچھ سنا جائے۔ کچھ لوگوں نے ادھر اُدھر مغنی کو تلاش کیا لیکن کوئی نہیں ملا۔ آخر کار لوگوں

میں سے کسی شخص نے کہا کہ میں کسی مطرب کو تو نہیں جانتا ہوں ہاں ایک نوجوان سے واقف ہوں جو قریب ہی رہتا ہے۔ میں نے کہا کہ دوڑ کر جاؤ اور اس کو بلا لاؤ۔ چنانچہ اس کو بلا کر لایا گیا وہ شراب کے نشے میں چور تھا اس نے گانا شروع کیا اور کچھ اشعار پڑھے۔ ایک شعر کا مصرعہ مجھے یاد رہ گیا ہے۔

حدیث: .القوم اخوانا وصدق بینهم نسب

ترجمہ:۔ یہ وہ قوم ہے جن کے درمیان صدق کا رشتہ ہے۔

اس کی نغمہ سرائی سے کام بن گیا، ہر ایک کو کیف حاصل ہوا۔ شیخ کہتے ہیں کہ مجھ پر بھی کیف طاری ہوا جب سماع سے فارغ ہوئے تو وہ مطرب گالیاں بکنے لگا اس نے شیخ کے سجّادہ پر قے کردی (شیخ نے) کہا کہ اسے کچھ نہ کہو اسی طرح سجّادہ میں لپیٹ دیا پراگندہ و بغیر دھوئے، اور دوسری جگہ سو گئے۔ جب دن نکلا اور مطرب ہوش میں آیا تو خود کو سجّادہ میں لپٹا ہوا اور قندیل کی طرح روشن پایا۔ حیران ہو کر لوگوں سے دریافت کیا کہ خدا کیلئے بتایئے کہ یہ کیا حالت ہے اور میں اس میں کیسے آپڑا۔

ایک شخص نے اسکو تمام واقعہ سنایا اور اسکی مدہوشی کے بارے میں بتایا۔ تمام ماجرا سن کر اس نے اپنا ساز توڑ ڈالا، کپڑے پھاڑ ڈالے اور گدڑی پہن لی اور شیخ ابوبکر سوسی کے ہاتھ پر توبہ کر کے ان کے مریدوں میں داخل ہو گیا۔ عمر طویل پا کر جب شیخ موسی کا انتقال ہو گیا تو اُسی نوجوان مطرب کو اُنکی جگہ سجّادہ پر بٹھایا گیا اس کا وقت خوب سے خوب تر ہو گیا۔ اس نے طریقت کی راہ میں خوب ترقی کی کہتے ہیں کہ اس نوجوان کا نام طبرانی تھا کچھ مدت کے بعد وہ ضعیف ہو چکا تھا۔ دور دراز کے مشائخ، شیخ طبرانی کے پاس آیا کرتے تھے اور اُن سے فرمائش کرتے تھے کہ درویشانہ زندگی اختیار کرنے کا وہ واقعہ سناؤ اور وہ اشعار بھی جن سے یہ انقلاب آیا۔

شیخ عمو نے شیخ احمد کوفانی سے کہا کہ آپ کو وہ تمام اشعار یاد نہیں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ بس اس مصرعہ کے سوا مجھے اور کچھ یاد نہیں رہا۔ شیخ الاسلام فرماتے تھے کہ مجھے وہ تمام اشعار یاد ہیں اور ایک کتاب میں بھی وہ اشعار میری نظر سے گزرے ہیں۔

اشعار

القوم اخوان صدق بینهم نسب — من المؤدة لم یعدل به سبب

تراضعوا اذرة الصباء بینهم — وواجب الرضیع المفاس مایجب

لایحفظونی علے السکوان زلتهم — ولایریبک من اخلاقهم ریب

ترجمہ:۔ یہ وہ قوم ہے جن کے درمیان صدق کا رشتہ ہے اور کوئی رشتہ اس کے برابر کا نہیں انہوں نے شراب محبت رضاعت کے دودھ کی طرح پی ہے اور یہ رضاعی بھائی کے حقوق کو آپس میں واجب سمجھتے ہیں حالانکہ وہ سکر کی لغزشوں سے محفوظ نہیں رہتے لیکن اسکے باوجود ان کے اخلاق میں کوئی شک نہیں ہے۔

http://Ashrafi.org

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا سبحان اللہ! سماع میں بھی عجیب راز ہے کہ ساکن وجامد ذوق کی حالت میں متحرک ہوجاتا ہے اور عجیب تر یہ کہ متحرک اس کو سنکر سکون پاتا ہے۔ منقول ہے کہ شیخ ابوالحسن شروانی جو حضرت جنید، حضرت شبلی اور حضرت ابوسعید ابوالخیر (قدس اللہ اسرارہم) کے ہمعصروں میں سے تھے اور اُن سے مشرف ملاقات بھی حاصل کیا تھا۔ اپنی آخری عمر میں ہر وقت بیٹھے رہا کرتے تھے (اُن سے کھڑا نہیں ہوا جاتا تھا) لیکن جب مؤذن اقامت کہتا تو وہ کھڑے ہوجاتے اور کھڑے ہوکر نماز ادا کرتے تھے۔ نماز پڑھنے کے بعد پھر بیٹھ جاتے تھے سماع کی حالت میں بھی یہی ہوتا تھا۔ جب وجد ختم ہوجاتا تو بیٹھ جاتے تھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مشائخ متقدمین میں بہت سے ایسے بزرگ گزرے ہیں کہ سماع میں اُن پر ایسی کیفیت طاری ہوتی کہ حال سے بے حال (نڈھال) ہوجاتے تھے اور عجیب جوش وخروش اُن کے اندر پیدا ہوتا تھا، یہ جو کچھ بیان کیا گیا یہ تو مشائخ کرام کے بارے میں تھا، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے بعض اصحاب کے بارے میں ایسی کیفیات کی نسبت سُنو:

احیاء العلوم میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

''صحابہ کرام،، اور تابعین کے عمل سے وجد وحال کے سلسلے میں بہت کچھ موجود ہے۔ ان میں سے بعض مدہوش ہوئے ہیں۔ بعض پر گریہ طاری ہوا ہے اور بعض پر غشی طاری ہوئی ہے اور اُن ہی میں بعض ایسے اصحاب ہیں کہ بے ہوشی کی حالت میں وفات پائی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو یہ آیت تلاوت کرتے سنا:

اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ لَوَاقِعٌ ٥ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ [1] — بے شک تیرے پروردگار کا عذاب ہوکر رہے گا اُسے کوئی دفع کرنے والا نہیں ہے۔

یہ سنتے ہی آپ نے ایک نعرہ مارا، آپ بے ہوش ہوگئے، وہاں سے اٹھا کر آپ کو مکان پر لے گئے۔ آپ چند ماہ بحالت علالت گھر میں رہے۔

حضرت علی بن فضیل نے ایک قاری کو یہ آیت پڑھتے سنا:۔

یَّوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٥ [2] — جس روز لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہونگے۔

وہ یہ آیت سنتے ہی بے ہوش ہوگئے جب ہوش آیا تو تو قاری نے اُن سے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس بات پر جزا دے جو آپ کے واسطے سے جانی گئی۔

اسیطرح صوفیائے کرام کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ ایک رات شیخ شبلی مسجد میں تھے، رمضان کا مہینہ تھا، وہ امام کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے۔ امام نے جب یہ آیت پڑھی:

---

[1] پ ۲۷ سورہ طور ۷۔۸ [2] پ ۳۰ سورہ مطففین ٦

http://Ashrafi.org

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِیٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ ۱؎ اور اگر ہم چاہتے تو یہ وحی جو ہم نے تمہاری طرف کی اسے لے جاتے۔

یہ ارشاد ربانی سنتے ہی حضرت شبلی نے ایک نعرہ مارا۔لوگوں نے یہ خیال کیا کہ اُن کی روح پرواز کرگئی ہوگی ان کی حالت یہ تھی کہ چہرے کا رنگ سبز پڑ گیا تھا اور لرز رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ ہائے ہائے اپنے محبوبوں (دوستوں) سے بھی اس طرح خطاب کیا جاتا ہے، وہ بار بار یہی بات کہتے تھے۔

حضرت جنید قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ میں شیخ سری سقطی کی خدمت میں حاضر ہوا۔دیکھا کہ انکے سامنے ایک شخص مدہوش پڑا ہے جسے دیکھ کر حضرت سری سقطی نے فرمایا کہ اس شخص نے قرآن کی ایک آیت سنی تھی اسکو سنکر یہ بیہوش ہوگیا ہے۔میں نے کہا پھر وہی آیت پڑھی جائے۔(اسکو ہوش آجائیگا) جب اس آیت کو دوبارہ پڑھا گیا تو وہ شخص ہوش میں آگیا۔تب شیخ نے مجھ سے سوال کیا کہ یہ بات تم کو کہاں سے حاصل ہوئی؟ میں نے کہا میں نے قرآن میں پڑھا ہے کہ حضرت یعقوب کی بینائی کا جاتا رہنا ایک فرد کے سبب سے ہوا تھا (یوسف علیہ السلام سے) اور اس کا عود کرآنا بھی ایک شخص ہی کے باعث ہوا (حضرت یوسف علیہ السلام کے باعث ہی دونوں باتیں ہوئیں) حضرت جنید قدس سرہٗ کا قول اس شعر کے مصداق ہے۔

شعر

وکاس شربتہ علیٰ لذّۃٍ وَاُخریٰ تداویت منہا بہا

میں نے لذت کے ساتھ پیالہ پیا اور اب خمار کا علاج بھی اسی سے کررہا ہوں

اصحابِ تصرّف میں سے ایک شخص نے قاری سے یہ آیت سنی:

یٰٓاَیَّتُهَاالنَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ ۲؎ اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف واپس ہو۔

اس سامع نے پھر یہ آیت اس قاری سے پڑھوائی، پھر کہا کہ میں کئی مرتبہ اپنی جان سے کہہ چکا ہوں کہ لوٹ جا لیکن وہ نہیں لوٹتی۔یہ کہکر وہ وجد کرنے لگا، پھر ایک نعرہ مارا اور اس کی روح پرواز کرگئی۔

شیخ محمد بن صبیح (مخطوطہ ۴۲۱) سے منقول ہے کہ ایک شخص دریائے فرات میں غسل کررہا تھا ایک شخص دریا کے کنارے سے گزرا وہ یہ آیت پڑھتا جارہا تھا:

وَامْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۵ ۳؎ اور اے گنہگارو! آج الگ الگ ہوجاؤ۔

دریا میں غسل کرنے والے شخص نے جوں ہی یہ آیت سُنی تو غسل کرنے سے رک گیا اور بے قرار ہوگیا اور اسی بے قراری کے عالم میں ڈوب گیا۔،،(احیاء العلوم کا اقتباس ختم ہوا)

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اسرار سماع سے ناواقف اور انجان لوگ کہتے ہیں کہ سیدالطائفہ حضرت

۱؎ پ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل ۸٦ ۲؎ پ ۳۰ سورہ فجر ۲۷، ۲۸ ۳؎ سورہ یٰسٓ ۵۹

http://Ashrafi.org

جنید بغدادی اور حضرت روز بہان بقلی نے آخر عمر میں سماع سے رجوع کرلیا تھا۔ (سماع کوترک کردیا تھا) اور توبہ کرلی تھی

میں کہتا ہوں کہ یہ قول رجوع یا توبہ کئی معانی پر محمول ہے یا تو یہ توبہ اسلئے تھی کہ برادران مشرب (اخوان) مجلس سماع میں موجود نہیں تھے یعنی اخوان کا فقدان تھا یا اسلئے تھی کہ بہت سے منکرین سماع اس مجلس میں آگئے تھے، اسوقت منکرین سماع کی موجودگی مزاحم بن جاتی ہے اور خوف ودہشت کا سبب بنتی ہے اور اہل سماع کو ان کی موجودگی سے پریشانی خاطر پیدا ہوتی ہے۔ اس سے ان کا مقصود حضوری اخوان نہ تھا بلکہ وہ منکرین کے مجلس سے نکل جانے کے خواستگار تھے کہ منکرین مذموم کی موجودگی نفرت کا سبب بنتی ہے۔ اسی وجہ سے سماع کی شرائط میں زمان ومکان بھی شامل ہیں۔ جن کی توضیح انشاءاللہ حسب محل کی جائے گی۔

اس سلسلہ میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ شاید سیدالطائفہ اسوقت ایسے مقام پر پہنچ گئے ہوں کہ اسوقت اور اس حال میں سماع کا ہوتا یا سماع کی طرف کان لگانا تشویش خاطر کا موجب بنتا ہو۔ یعنی اسوقت وہ مشاہدۂ جمال کے مقام پر تھے۔ بحالت استغراق اگرچہ مشاہدۂ حق استغراق ہی سے ہوتا ہے اور سماع بھی اس مشاہدہ سے خالی نہیں ہوتا لیکن مشاہدات کے بھی مراتب ہوتے ہیں، کوئی مشاہدہ میں انتہا کو پہنچ جاتا ہے اور کوئی مرتبۂ وسط پر ہوتا ہے اور یہ مشاہدہ چشمِ بصیرت یعنی دیدۂ دل سے ہوتا ہے اور سماع اس میں مزاحم ہوتا ہے اور اس رویت بصیرت میں مانع ہوتا ہے۔ اس بات کو وہی سمجھ سکتا ہے جس نے اسکا ذائقہ پایا ہے۔

شیخ ابوبکر مصری سے منقول ہے کہ حضرت سیّدالطائفہ (جنید بغدادی) اور شیخ ابوالحسن نوری اور بعض دوسرے مشائخ ایک جگہ جمع تھے۔ قوال کچھ گا رہے تھے۔ شیخ نوری اپنی جگہ سے اُٹھ کر مجلس سماع میں آگئے اور پھر وہ مجلس سماع سے اٹھ کر حضرت سیّدالطائفہ کے پاس پہنچے اور اُن سے کہا کہ اٹھیئے۔

اِنَّمَا یَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ یَسْمَعُوْنَ ١ اور بجز اسکے کچھ نہیں کہ جو لوگ سنتے ہیں وہ قبول کرتے ہیں

حضرت جنید نے اس کے جواب میں فرمایا:

وَّتَرَی الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّ اور تو دیکھے گا پہاڑوں کو خیال کرے گا کہ

هِیَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ٢ وہ جمے ہوئے ہیں اور وہ چلتے ہونگے بادل کی چال

اسی اعتبار سے بعض عارفوں نے فرمایا ہے کہ ہم اس سماع میں کس طرح عمل کریں جو منقطع ہوجاتا ہے۔ وَاِذَامَاءُ تَ مَنْ یَّسْمَعُ ؟ (اور جو سنتا ہے وہ مرجاتا ہے) پس اس قول میں یہ اشارہ موجود ہے کہ سماع حق تعالےٰ کی طرف سے بطور دوام موجود ہے۔ گانے والا خود خاموش نہیں ہوتا ہے بلکہ سننے کے لئے کان ہر وقت کھلے نہیں ہوتے ہیں۔

---

١ پ ۷ سورہ انعام ۳۶ ٢ پ ۲۰ سورہ نمل ۸۸

http://Ashrafi.org

شعر

سرائندہ خودمی نگر ددخموش
ولیکن نہ ہروقت بازاست گوش

ترجمہ:۔گانے والاکبھی خودخاموش نہیں ہوتالیکن ہروقت لوگوں کے کان کھلےنہیں ہوتے۔

انبیاءعلیہم السلام اس مشاہدۂ دوام میں لذت سماع حاصل کرتے ہیں بغیراس کے کہ وہ اسباب ظاہری میں سے کسی سبب کے محتاج ہوں۔حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین حضرات کا بھی یہی حال ہے۔

حضرت شیخ روزبہان بقلی قدس اللہ سرہٗ کے بارے میں منقول ہے کہ:

''وہ شیراز کے اطراف اور پہاڑوں میں شدید ریاضت میں مشغول رہتے تھے،وہ بڑے ہی صاحب ذوق وصاحب استغراق تھے،اُن پر ہمیشہ وجدوحال طاری رہتا تھااوراُن کوتسکین نہیں ہوتی تھی اوران کارونا موقوف نہیں ہوتا تھااورکسی وقت بھی ان کی بے قراری ختم نہیں ہوتی تھی کسی دم وہ آہ وزاری سے غافل نہ ہوتے تھے ہرشب گریہ وزاری میں مصروف رہتے اورفریاد کرتے تھے اسی غلبہ اوروجد کے عالم میں انہوں نے ایسی بہت سی باتیں کہی ہیں یعنی رموزمعرفت بیان کئے ہیں کہ ہرشخص ان کونہیں سمجھ سکتا۔وہ فرماتے ہیں

قطعہ

آنچہ کہ نشنید دوگوش زمین   آنچہ ندیداست دوچشم زمان
خیز وبیا درگل ماآن بہ بین   درگل مارنگ نموداست آن

ترجمہ:۔وہ جلوۂ افروزرنگ جسے زمانہ کی دونوں آنکھوں نے نہ دیکھا ہےاورجس کے بارے میں زمین کے دونوں کانوں نے سنا ہے،ہمارے وجودکی مٹی میں اس کی نمودموجود ہےاگراس کا نظارہ کرنا چاہتے ہوتوآؤاورہمارے وجودکودیکھوکہ اس میں اسی کی نمود اوررنگ ہے۔

شیخ روزبہان بقلی کوسماع کا بہت شوق تھالیکن آخرعمرمیں اس کوترک کردیا تھااُن سےاس کا سبب دریافت کیا گیاتوانہوں نےفرمایا:۔

''انی لاستمع الان من ربی عزوجل فاستعرض مماسمعت من غیرہ.،،

ترجمہ:اب میں پروردگارجل وعلاسےسنتاہوں،پس میں اس کے غیرکے سننے سےاب اعراض کرتاہوں۔

بعض کہتے ہیں کہ اخیرعمرمیں ان پرفالج کااثرہوگیا تھا۔اسی وجہ سےانہوں نےسماع کوترک کردیا تھا۔

حضرت قدوۃ الکبرافرماتے تھے کہ ان کےاس معاملہ کےسمجھنےکا آسان طریقہ یہ ہے کہ غورکرنا چاہیئے کہ ایک شخص پچاؔس سال تک سماع میں مشغول رہااورعمرکےآخری حصہ میں صرف چندروزکےلئےاس سےبازرہا۔اوراس طرح کہ اس سے انکارنہیں کیا۔پس اس کویوں سمجھنا چاہیئے کہ اس منزل پرارتفاع مراتب صول درکارتھے،یہ کیوں سمجھا جائےکہ وہ منکرِسماع تھے۔

http://Ashrafi.org

قطعہ

چونور خور نہ بیند چشم خفاش — گناہ از جانب خورشید نبود

اگر یک کس نہ ذوقی یافت ازمئ — شک اندر حکمت جمشید نبود

ترجمہ:۔ چمگادڑ نور خورشید کو نہیں دیکھ سکا (اسکی آنکھ میں یہ استعداد ہی نہیں ہے) تو اس میں خورشید کا کیا قصور ہے۔ اگر ایک شخص نے شراب کا ذوق نہیں پایا (مے نوشی سے محظوظ نہیں ہوا) تو اس سے جمشید کی حکمت ودانائی میں شک کرنا کوئی دانشمندی نہیں ہے۔

انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام (رحمہم اللہ تعالیٰ) کے احوال مختلف ہوتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کبھی تبلیغ رسالت اور نفاد احکام شریعت ودعوت اسلام اور عوام کے ساتھ جہاد میں مشغول رہتے تھے اور کبھی وہ اُن مشاہدوں میں جو اُن کو دیدہ ہائے دل سے حاصل ہوتے تھے، مصروف رہتے تھے، اسیطرح اولیاء کرام پیالوں کی گردش سے فیضیاب ہوتے ہیں جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔

شعر

شربنا الحب کاسابعد کاسٍ — فما نفد الشراب ومارویت

ترجمہ:۔ میں نے محبت کے جام پے بہ پے پیئے، نہ شراب ختم ہوئی اور نہ میں سیراب ہوا۔

اور یہ شراب نہیں ہے مگر اُن بُطون کے لئے جو معلقہ ہیں (**ولیس ھٰذالشراب الاعلے اسرار معلقة**) اور ان ارواح کیلئے ہے جو اجسام سے آزاد کردیگئی ہیں اور وہ فیض اقدس ہے جسکا آغاز غیب سے باطن کیطرف باطن سے روح کی ذات کیطرف اور روح سے باطن دل کیطرف اور باطن دل سے دل کیطرف اور دل سے بدن کیطرف ہوتا ہے۔ اس کے سبب سے اثر بشریت مٹ جاتے ہیں اور خودی محو ہوجاتی ہے۔ پس جسم، قلب اور غیب ایک ہوجاتے ہیں اور اس فیض کے لئے چند مراتب ہیں یعنی چکھنا، پینا اور سیراب ہوجانا جیسا کہ ایک صوفی نے فرمایا کہ چکھنے والا ایک مست بننے والے شخص کے مانند ہے اور پینے والا مست ہے اور سیراب ہوجانے والا ہوشیار ہے۔ البتہ ارباب فقہ اور اصحاب رائے کو اس نوشیدنی (شراب) سے لذت کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ اس معدن سے اُن کو کوئی جوہر نہیں مل سکتا۔ پس جب تک اُن کو سماع سے حصہ نہیں ملے گا وہ اسکی مطلق حرمت کے قائل رہیں گے جسطرح نامرد کو لذت جماع کا علم نہیں ہے پس اس کا منکر ہونا باتفاق ارباب فکر کچھ بعید نہیں ہے۔

رباعی

ذوقی کہ درسماع بوداہل حال را — ازدی نصیب نیست جز اہل کمال را

ازلذت سرود کہ بیگانہ منکر است — نبود عجب کہ خیر چہ داند وصال را

ترجمہ:۔ اہل حال کو سماع سے جو ذوق حاصل ہوتا ہے اس سے صرف اہلِ کمال نے حصہ پایا ہے اور وہ کسی کے حصّے

میں نہیں آیا ہے۔ سُرود کی لذت سے بیگانہ انکار کر رہا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ نامرد وصال کی لذت سے آشنا نہیں ہوتا۔ پس منکر سماع حیز کی طرح ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوا کہ عجم میں کسی شہر میں عمدہ گانے والی کنیز ہے اس مغنیہ کا مالک ایک صاحبِ حال شخص تھا جو اس مغنیہ کو کسی قیمت پر بیچنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ حضرت جنید نے اس مغنیہ کے لئے پانچ سو کوس کا فاصلہ طے کیا (سفر کیا) اور اس شہر میں پہنچکر اس مغنیہ کو بڑے ذوق وشوق سے خرید لیا۔ آپ کا مقصد اس مغنیہ کو خریدنے سے اسکے سرور ونغمات سے محظوظ ہونا تھا جب ہی آپ نے اسکو اس ذوق وشوق کے ساتھ خریدا۔

کتاب ''تحفۃ،، میں یہ واقعہ منقول ہے کہ حضرت سری سقطی فرماتے ہیں کہ ایک رات مجھے نیند نہیں آئی، بہت زیادہ قلق واضطراب تھا۔ یہاں تک کہ میں نماز تہجد بھی نہ پڑھ سکا جب میں نماز فجر سے فارغ ہوا تو میں نے خیال کیا کہ مجھے بیمارستان جانا چاہیئے۔ وہاں جاکر بیمار اور مصیبت زدہ لوگوں کو دیکھوں، ان کو دیکھ کر میرے اندر دردمندی پیدا ہوگی اور شاید میرا اضطراب دور ہوجائے۔ چنانچہ میں یہ خیال کرکے بیمارستان چلا گیا۔ یکایک میری نظر وہاں ایک کنیز پر پڑی جو بہت خوبرو تھی اور قیمتی لباس پہنے ہوئے تھی، ایک عجیب ولطیف خوشبو کا احساس اسکو دیکھ کر میرے دماغ میں پیدا ہوا۔ اس کے دونوں پاؤں اور ہاتھوں میں زنجیریں پڑی تھیں جیسے ہی اس نے مجھے دیکھا، آنکھوں میں آنسو بھرلائی اور چند اشعار پڑھے۔ میں نے بیمارستان کے ناظم سے دریافت کیا کہ یہ کون ہے؟ اس نے مجھے بتایا کہ یہ ایک کنیز ہے، پاگل ہوگئی ہے، اس کے آقا نے اس کو زنجیریں پہنادی میں اور یہاں علاج کے لئے بھیج دیا ہے۔ یہ باتیں ہورہی تھیں کہ وہ کنیز ہچکیاں بھر کر رونے لگی اور یہ اشعار پڑھے:

ابیات

معشر النا سماجنت ولکن	اے لوگو! میں مجنون نہیں ہوں لیکن میں مست ہوں
ان سکرانة وقلبی صاحی	اور میرا دل ہوشیار ہے۔ تم نے مجھ زنجریں پہنادیں،
اغللتم یدی ولم ات ذنبًا	میں نے کوئی گناہ نہیں کیا، سوائے اس مشقت اور
غیر جهدی فی حبه واقتضاحی	دکھ کے جو اسکی محبت میں میں نے اٹھائی ہے۔
انا مفتونة بحب حبیبی	میں اپنے حبیب کی محبت پر عاشق ومفتون ہوں
لست ابغی عن بابه من یراحی	اور میں اس کے دروازے سے اٹھنا نہیں چاہتی
فصلاحی الذی ذعمتم فسادی	بس جس صلاح کا میرے لئے تم نے گمان کیا ہے وہ میرے
وفسادی الذی زعمتم صلاحی	لئے فساد ہے اور جس چیز کو تم میرے لئے فساد سمجھتے ہو وہ
ماعلی من احب مولی الموالی	صلاح ہے اور مالکوں کے مالک کی محبت میں تو کسی کا دخل
وارتضاه لنفسه من جناحی	نہیں ہے اور جبکہ محبت نے اپنے نفس کیلئے اس گناہ محبت کو پسند کرلیا ہو۔

http://Ashrafi.org

اس کے ان اشعار سے میرے اندر بھی سوز پیدا ہوا اور میں رونے لگا۔ جب اُس نے میری آنکھوں میں آنسو دیکھے تو کہنے لگی:۔اے سری! تمہارا گریہ تو محض اس کی صفت کے لئے ہے۔اگر تم اس کو اس طرح پہچان لو جیسا کہ پہچاننے کا حق ہے تو اس وقت کیا کرو گے؟ یہ سنکر میں کچھ دیر کے لئے مدہوش ہوگیا، جب میں ہوش میں آیا تو میں نے کہا کہ اے جاریہ! اُس نے کہا ''لبیک اے سری،، میں نے کہا کہ تم مجھے کیسے جانتی ہو؟ اس نے جواب دیا کہ جب سے میں نے اپنے محبوب کو جانا ہے اسوقت سے میں جاہل نہیں رہی ہوں، میں نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تم ہر وقت اپنے محبوب کو یاد کرتی رہتی ہو، تمہارا محبوب کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرا محبوب وہ ہے اور میں اس کو یاد کرتی ہوں جس نے مجھے اپنی نعمتوں سے نوازا ہے اور اپنی عطایا و بخشش سے ہم سب پر احسان کیا ہے اور جو سب کے دلوں سے قریب ہے اور سوال کرنے والوں کے سوال کو قبول کرتا ہے۔ میں نے کہا کہ یہاں تم کو کس نے محبوس کر رکھا ہے؟ اس نے کہا کہ سب حاسدوں نے مل کر یہ کام کیا ہے۔اس کے بعد اس نے ایک چیخ ماری اور گر پڑی۔ میں یہ سمجھا کہ اس کی جان نکل گئی۔

کچھ دیر کے بعد وہ ہوش میں آئی تو اس نے پھر اپنے حسب حال چند اشعار پڑھے۔ میں نے ہسپتال کے ناظم سے کہا کہ اسکو یہاں سے رخصت کردو (رہا کردو) میرے کہنے پر ناظم نے اسکو یہاں سے جانے کی اجازت دے دی (رہا کردیا)

میں نے اس سے کہا کہ اب جہاں تمہارا جی چاہے چلی جاؤ۔ یہ سنکر اس نے کہا کہ اے سری! میں کہا جاؤں؟ جب کہ میرے دل کے حبیب (مالک) نے مجھے اپنے ایک غلام کا مملوک بنادیا ہے۔اگر میرا مالک راضی ہوجائے تو البتہ میں چلی جاؤں گی۔ ورنہ پھر صبر کرلوں گی، میں نے اپنے دل میں کہا کہ واللہ! یہ کنیز مجھ سے زیادہ دانشور ہے۔اتنی دیر میں اس کا مالک بھی آ گیا اُس نے لوگوں سے دریافت کیا کہ میری کنیز ''تحفہ،، کہاں ہے؟ لوگوں نے بتایا وہ اندر ہے اور شیخ سری سقطی اس کے پاس ہیں۔ یہ سنکر وہ بہت خوش ہوا اور میرے پاس آیا۔اُس نے مجھے سلام کیا اور میرے بہت تعظیم کی۔ میں نے کہا کہ تعظیم کے لحاظ سے یہ کنیز مجھ سے بلند و بالا ہے بجائے میرے اس کی تعظیم کرو۔ مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے اسکو زنجیریں کیوں پہنا رکھی ہیں (قید کیوں کیا ہے) مالک نے مجھے بتایا کہ بہت سی باتوں میں اس کی عقل ماری گئی ہے۔ یہ نہ کھاتی ہے نہ کچھ پیتی ہے اور نہ خود سوتی ہے اور نہ سونے دیتی ہے اور صورت حال یہ ہے کہ میری تمام پونجی یہی ہے میں نے اپنے تمام مال و متاع کے عوض بیس ہزار درہم میں اسکو خریدا تھا۔اور خیال یہ تھا کہ اتنے ہی نفع پر اس کے اس کمال کے باعث جو اس میں موجود ہے اس کو بیچ کر کمالوں گا۔ میں نے کہا اس میں کون سا کمال ہے اور کیا ہنر جانتی ہے۔خواجہ نے کہا کہ یہ بہترین مطربہ ہے میں نے کہا کہ اس کی یہ حالت کتنے عرصہ سے ہے۔اس نے بتایا کہ ایک سال ہوگیا ہے۔ میں نے کہا کہ اس کی موجودہ حالت (دیوانگی) کی ابتداء کس طرح ہوئی؟ خواجہ نے بتایا کہ ایک دن عود اس کی بغل میں تھا اور یہ عود پر یہ اشعار گا رہی تھی:

ابیات

وحقک لاانقضت الدھر عھدا	تیرے حق کی قسم کہ زمانہ نے عہد کو شکستہ نہیں کیا
ولاکدرت بعدالضعف ودا	ہے، اور نہ مکدر کیا ہے ضعف نے محبت کو۔
کلات جوانحی والقلب وجدا	میرے دل کو اور پہلوؤں کو پُر کر دیا ہے وجدو حال سے
فکیف الذواسلو واھدا	پس میں کس طرح لذت، تسلی اور آرام کو حاصل کروں
فیامن لیس لے مولےٰ سواہ	پس اے وہ کہ جس کے سوا میرا اور کوئی مولا نہیں ہے
اراک ترکتنی فے الناس عبدا	میں دیکھتی ہوں کہ تو نے مجھے چھوڑ دیا اور دوسروں کی غلامی میں دے دیا ہے۔

تحفہ کے آقا نے کہا کہ یہ اشعار پڑھنے کے بعد اس نے عود کو توڑ دیا اور رونے لگی۔ میں سمجھا کہ اسکو کسی سے محبت ہوگئی لیکن تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تحفہ کے آقا سے یہ تفصیل سن کر میں نے دریافت کیا کہ کیا یہی صورت حال ہے تو اس نے بادل خستہ وزبان شکستہ یہ اشعار پڑھے۔

ابیات

خاطبنی الحق من جنانی	خطاب کیا حق نے مجھ سے میرے دل کے واسطے سے
فکان وعظنی علی لسانی	بس وہ میری نصیحت میری ہی زبان سے تھی
قرّبنی منہ بعدبُعدٍ	مجھے دوری کے بعد خود سے قریب کیا
وخصّنی اللّٰہ والصطفانی	اور مجھے حق نے خاص اور برگزیدہ کیا
احببت لمادعیت طوعاً	جس چیز کے لئے مجھے طلب کیا میں نے قبول کرلیا
مبینا للذی دعانی	ظاہر ہے اس کے لئے اُس نے مجھے طلب کیا
وخفت مماجئت قدمًا	اور میں خوفزدہ ہوئی اس بات سے کہ میں پاؤں سے چلکر پہنچی
فوق الحب بالامانے	حالانکہ محبت سے بلند تر آرزوئیں میرے دل میں تھیں۔

پھر میں نے خواجہ سے کہا کہ اس کی قیمت مجھ سے لے لو، جو تم مانگتے ہو اس سے زیادہ دوں گا۔ خواجہ نے مجھ سے کہا اے درویش! آپ کے پاس اسکی قیمت کہاں ہے۔ آپ ایک درویش شخص ہیں (قیمت کہاں سے دینگے)

میں نے کہا ''تم عجلت مت کرو، تم انتظار کرو، میں اسکی قیمت لے کر آؤں گا،، میں وہاں سے روتا ہوا واپس آیا، خدا کی قسم! میرے پاس اس کی قیمت ادا کرنے کیلئے ایک درہم بھی نہیں تھا۔ میں بہت رات تک اسی حیرانی میں مبتلا رہا اور خداوند تعالےٰ کے حضور میں تضرع وزاری کرتا رہا سو بھی نہ سکا اور کہتا رہا بارالہٰ تو میرے ظاہر وباطن سے خوب واقف ہے، میں نے تیرے فضل وکرم پر اعتماد کیا ہے تو مجھے رسوائی سے بچا۔

اتنے میں ایک شخص نے میرا دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے دریافت کیا کہ کون صاحب ہیں؟ جواب دیا کہ ''آپ کا ایک دوست،، میں نے دروازہ کھولا۔ میں نے اس کو دیکھا کہ چار ملازم ساتھ میں ہیں اور وہ شمع ہاتھ میں لئے

ہے۔اس نے کہا اے استاد اندر آنے کی اجازت ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ جب وہ اندر آ گئے تو میں نے کہا کہ آپ کون ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ مجھے احمد مثنیٰ کہتے ہیں۔ابھی رات خواب میں مجھے ہاتف نے آواز دے کر کہا کہ پانچ توڑے روپے لے کر ابھی سری کے پاس جاؤ ان کو پیش کرو اور اُن کا دل خوش کرو تا کہ وہ اس رقم سے تحفہ کو خرید سکیں۔تحفہ پر ہماری نظر عنایت ہے، یہ سنکر میں سجدہ شکر بجالایا۔ جب میں صبح کو ہسپتال پہنچا تحفہ کے خواجہ نے مجھے دیکھکر کہا خوش آمدید، واقعی حق تعالیٰ کے حضور میں تحفہ کا ایک مقام اور منزلت ہے کہ کل رات ہاتف نےمجھ سے کہا:۔''بے شک اسکو ہماری جانب سے ایک مقام حاصل ہے جو بخشش سے خالی نہیں ہے، وہ ہم سے قریب ہوئی، پھر اس نے ترقی کی اور ہر حال میں وہ رتبہ اور مرتبہ کو پہنچی،،۔

جب تحفہ نے ہم لوگوں کو دیکھا تو اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور وہ حق تعالیٰ سے مناجات میں عرض کرنے لگی ''الٰہی! تو نے مجھے مخلوق میں مشہور کردیا۔،، ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ تحفہ کا آقا رونے لگا، میں نے اُس سے کہا کہ روتے کیوں ہو؟ میں تحفہ کی آزادی کی قیمت لے کر آیا ہوں۔ جو قیمت تم نے کہی ہے اُس سے پانچ ہزار درہم سود کے ساتھ میں لایا ہوں۔ یہ سنکر تحفہ کے مالک نے کہا کہ نہیں، خدا کی قسم نہیں۔ میں نے کہا اچھا دس ہزار نفع کے ساتھ اس نے کہا نہیں کہ خدا کی قسم اگر تم تمام دنیا بھی اس کے عوض مجھے دو گے تو میں قبول نہیں کروں گا اب وہ آزاد ہے، صرف اللہ سبحانہٗ کے لئے اور اس کی قیمت درکار (نہیں ہے) میں نے اس خواجہ سے کہا کہ بتاؤ تو معاملہ کیا ہے؟ اُس نے کہا اے استاد! رات اس سلسلہ میں مجھے جھڑکا گیا ہے (تنبیہہ کی گئی ہے) اب میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنا تمام مال چھوڑ دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو گیا ہوں، اللّٰھمّ کن لی لعبت کفیلا ویرزق جمیلا (یاالٰہی میرا کارساز بن اور مجھے اچھا رزق دے) اب میں ابن مثنیٰ کی طرف متوجہ ہوا تو دیکھا کہ وہ بھی رو رہا ہے۔ میں نے ابن مثنیٰ سے کہا کہ تم کیوں رو رہے ہو۔ اُس نے کہا کہ میں کیوں نہ روؤں، خدا تعالیٰ نے مجھے رات جو حکم دیا تھا اور میں نے اسکی تعمیل کی تھی۔ شاید وہ میری تعمیل حکم سے راضی نہیں ہوا اب میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے خالصاً للہ اپنا تمام مال صدقہ کردیا، یہ سنکر میں نے کہا کہ سبحان اللہ! کہ یہ سب پر تحفہ کی برکت سے کرم ہوا ہے۔

اس کے بعد تحفہ اپنی جگہ سے اٹھی اور جو لباس فاخرہ پہنے ہوئے تھے اسکو اتار دیا اور ٹاٹ کا ایک ٹکڑا جسم سے لپیٹ لیا اور ہسپتال سے باہر جانے لگی وہ رو رہی تھی، میں نے کہا اے تحفہ! اللہ تعالیٰ نے تم کو غلامی سے نجات دے دی، تم آزاد ہو گئیں، اب کیوں رو رہی ہو؟ تحفہ نے جواب میں یہ شعر پڑھا

شعر

هربت منه الیه ویکتسب منه الیه

وحقه وهو سوالی لازالت بین یدیه

حتیٰ انال واجرک بمایرجون لدیه

ترجمہ:۔ میں اسکی طرف بھاگی اور حاصل اسی سے کیا جاتا ہے اور اسی کا حق ہے لہٰذا میرا سوال بھی اُسی سے ہے اور ہمیشہ اس کے سامنے میرا سوال ہے یہاں تک کہ میں اُسے پالوں اور اجر تو تم ہی دو گے جسکی توقع لوگ تم سے کرتے ہیں۔

http://Ashrafi.org

یہ شعر پڑھکر تحفہ روتی ہوئی باہر چلی گئیں۔ ہم بھی باہر نکلے، تحفہ کو بہت تلاش کیا لیکن کہیں پتہ نہیں چلا۔ کچھ مدت کے بعد ہم تینوں حج کے لئے روانہ ہوئے۔ ابن مثنیٰ کا راستہ میں انتقال ہوگیا۔ میں اور خواجۂ تحفہ مکہ معظّمہ پہنچے ہم طواف کرر ہے تھے کہ ایک مجروح کے دل سے نکلنے والی آواز ہماری کانوں میں پہنچی۔ کوئی اپنے زخمی دل سے یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

اشعار

محب اللّٰہ فی الدنیا سقیم	اللہ کا محبّ دنیا میں (ہمیشہ) پریشان رہتا ہے۔
تطاول سقمہ فدواہ داہ	اسکی بیماری طویل ہوتی ہے اسکی دوا اسکی بیماری ہی ہے
فھام لحبہ بما الیہ	وہ اس کی محبت میں حیران ہوکر اُسی کیطرف بڑھتا ہے
فلیس یرید محبوباً سواہ	تو وہ اس کے سوا کسی اور محبوب کا طلبگار نہیں ہے
سقاہ من محبتہ بکاس	اپنی محبت سے اس نے کئی جام پلائے۔
فارواہ المھیمن اذسقاہ	ان روحوں کو تقویت پہنچی اور سیرابی حاصل ہوئی
کذاک من ادعی شوقاً الیہ	اسیطرح جس نے بھی اسکے شوق کا دعویٰ کیا تو وہ اس خیال
یھیم یحیہ حتیٰ یراہ	میں رہتا ہے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اسکو دیکھ لے۔

میں ان اشعار کو پڑھنے والی ہستی کے پاس پہنچا، جب اس نے مجھے دیکھا تو کہا ''اے سری آپ ہیں،،؟ میں نے کہا ''ہاں میں حاضر ہوں، تم کون ہو؟ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی رحمتیں نازل کرے۔،، یہ سنکر مجھے جواب دیا لا الہٰ الا اللہ پہچاننے کے بعد بھی نہ پہچاننا عجیب سی بات ہے میں تحفہ ہوں۔ تحفہ اسقدر نحیف ونزار ہوگئی تھیں کہ بس ایک خیال معلوم ہوتی تھیں۔ میں نے کہا کہ اے تحفہ! تم نے مخلوق سے کنارہ کرلیا، کیا فائدہ اٹھایا؟ تحفہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے قرب میں انس عطا کیا اور اپنے غیر سے میرے اندر وحشت پیدا کردی (میں اس کے قُرب سے مانوس ہوگئی اور غیروں سے مجھے وحشت سی ہوگئی)

میں نے کہا اے تحفہ! ابن مثنیٰ کا راستہ میں انتقال ہوگیا۔ تحفہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر رحمت فرمائی اور اسکو ایسی کرامتیں عطا کیں جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھی ہوں گی۔ اسکو بہشت میں میرا ہمسایہ بنایا جائے گا۔ میں نے کہا کہ تمہارا خواجہ بھی میرے ساتھ آیا ہے جس نے تم کو آزاد کیا تھا یہ سنکر اُس نے خاموشی کے ساتھ کچھ دُعا کی اور کعبہ کے قریب زمین پر گرگئی اور روح پرواز کرگئی۔ اتنی دیر میں وہ خواجہ بھی وہاں پہنچ گیا، جب اس نے تحفہ کو مردہ پایا تو اُس پر گر پڑا۔ میں اُٹھ کر گیا، اسکو ہلایا لیکن وہ مرچکا تھا۔ میں نے ان دونوں کی تجہیز وتکفین کی اور ان دونوں کو دفن کردیا (رحمہما اللہ تعالیٰ)

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ بعض صوفیاء سماع کی فرضیت کے قائل ہیں جسطرح مرض کیلئے دوا اور نغمات سے خطاب ہائے راز ظاہر ہوتے ہیں اور جذباتِ انوار میں حرکت پیدا ہوتی ہے پس سماع قلوب کو اُس ذات

کی طرف حرکت میں لانے والا ہے جو غیب کا جاننے والا ہے، ایک بے چارہ عاشق جو دست و پا بریدہ ہے اور جس نے جام محبت سے ایک گھونٹ پیا ہے اور خلعت وصول حاصل کی ہے اور دولت وصول سے بہرہ مند ہے کہتا ہے کہ صوفیہ کو نغمات طیبات کی بدولت قرب دوست میسر آتا ہے اور ان پاکیزہ نغموں کے سننے سے ارواح کو دولت حضوری حاصل ہوتی ہے۔ یہ ارشاد حضرت سید محمد گیسودراز کا ہے جو ایک شہباز بلند پرواز تھے کہ وصول الی اللہ (وصول حق) کو میں نے بہت سی چیزوں میں تلاش کیا لیکن نغمات کے سماع اور صورت ہائے زیبا کے دیدار کے سوا اور کسی چیز میں نہیں پایا۔ (صورت ہائے زیبا کے نظارے اور نغمات سماع سے حصول حق میسر آسکتا ہے)

قول حضرت علیؓ

مارأیت شیئًا الا ورأیت اللّٰہ فیہ.

ترجمہ:۔ میں نے کسی چیز کو نہیں دیکھا مگر یہ کہ اس میں صفتِ الٰہی کا مشاہدہ کیا۔

میں نے اس قول کو جو ایک حبل متین ہے مضبوطی سے پکڑ لیا ہے اور یہ ہر مشکل آسان کرنے والا ہے اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ سماع میں کان اور ہی ہوتے ہیں جو کلام حق کو سنتے ہیں بغیر اس کے کہ کلام رب کیلئے کوئی کیفیت ہو۔ شعر

لو سمع داؤد مقالتہ — لماترنم بالالحان داؤد
غنّت سعاد بصوتحافتحا — سرت الحان داؤد بالحجل

ترجمہ:۔ اگر داؤد اس کے قول کو سن لیتے تو پھر وہ اپنے الحان اور ترنم کو بھول جاتے۔ سعاد نے اپنی آواز میں اس طرح کھل کر گایا کہ حضرت داؤد کے نغمے کی آواز پہاڑوں سے پھیلنے لگی، یالحن داوری پہاڑ سے ظاہر ہونے لگا۔

جس کسی کے لئے ایسے سماع کا دوازہ کھلتا ہے، وہ سماع کو حق سے سنتا ہے اور حق کے لئے سنتا ہے اور جو کچھ سنتا ہے وہ حق ہوتا ہے۔ اس حالت میں مستمع (سننے والا) وہی ہوتا ہے اور وہی مسموع ہوتا ہے قوال تو صرف ایک آلۂ سماع ہوتا ہے اور اس حالت میں مزامیر شجرۂ موسیٰ علیہ السلام کی طرف ہوئے (یعنی واسطہ) ایسے سماع کا انکار معرفت نہیں ہے۔ یہی سبب ہے کہ مشائخ سلف وعلماء خلف نے اس سے انکار نہیں کیا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ''منکرین سماع میں سے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مشائخ سہروردبھی سماع میں مشغول نہیں ہوئے ہیں اور نہ ہی انہوں نے اس کی اجازت دی ہے۔،، یہ عجیب بات وہ کہتے ہیں جب کہ حضرت شیخ الشیوخ نے اپنی وصایا میں فرمایا ہے ''اے فرزند! سماع کا انکار نہ کرنا۔،، بے شک سماع اس کے اہل کے لئے مخصوص ہے پس اس مبالغہ (انکار) کی ضرورت نہیں ہے کہ اس سے احادیث وروایات کی مخالفت ہوتی ہے۔ شیخ امام مجد الدین خوارزمی نے امام المحققین شیخ شہاب الدین سہروردی کو اشعار میں لکھ کر بھیجا

اشعار

یامن سفیر اللّٰہ صرف ودادہ — وانالہ من قربہ ماحوالہ
ماذالنکیر علے السماع لعاشق — جعل السماع الی الحبیب رسولہ

http://Ashrafi.org

فلقد علمت بان هذاموقف شکوے المحب الی الحبیب علیه

ترجمہ: اے اللہ کے سفیر تو اس کی محبت کو صرف کر اور میں اس کے قرب کی وجہ سے اسکے اردگرد ہوں۔ اُس عاشق کے لئے سماع سے انکار کیوں ہے جس نے سماع کو اپنے محبوب کیطرف قاصد بنایا ہے بس بہ تحقیق مجھے معلوم ہوگیا کہ یہ تو عاشق کی شکایت ہے معشوق کی طرف اپنی بیماری کی۔

شیخ شہاب الدین سہروردی نے ان کو یہ جواب (اشعار) لکھا

اشعار

انـی لا علـم مـایقول وارتحی لک قرب من تختاره ووصوله
واری السماع محل لک دائمًا لکن لغیرک لااری تحلیه
یاحبذاقرب الحبیب ووصله لمتیم اضحی لقربه فقبله

ترجمہ:۔ مجھے نہیں معلوم کہ آپ کیا کہتے ہیں لیکن باوجود اس کے میں آپ کیلئے اس کے قرب کا خواہاں ہوں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ سماع آپ کے لئے بطور دوام حلال ہے لیکن آپ کے غیر کے لئے میں اسکو حلال نہیں سمجھتا۔ کتنا مبارک ہے حبیب کا قرب اور اس کا وصل اس کے لئے جو اس کا آرزومند ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس تحقیق اور تعین میں ایک حکمت ہے تا کہ نااہل کے لئے اس کا جواز نہ ہو جائے، اور صورت حال یہ ہے کہ شیخ الشیوخ نے خود ہی وجد کیا ہے جیسا کہ دیوان ابن فارض میں موجود ہے کہ:

ایک بار شیخ شہاب الدین سہروردی کو حالت قبض پیدا ہوئی اور بعض حجاب لاحق ہوئے، اس حال میں شیخ ناظم ان کے پاس آئے اور انہوں نے شیخ شہاب الدین کو اپنا قصیدہ سنایا۔ وہ قصیدے کے اشعار پڑھتے رہے جب انہوں نے یہ اشعار پڑھے:۔

اشعار

اهـلا بـمـالـم اکن اهلاالموقفه قول المبشر بعدالیاس بالفرح
لک البشارته فاخلع ماعلیل فقد ذکرت ثم علی مافیک من عوج

ترجمہ:۔ اس چیز کے لئے مرحبا کہ میں جس کے لئے مستحق نہیں تھا، یعنی بشارت دینے والے کا قول جو ناامیدی کے بعد کشادگی پر مبنی تھا۔ ''تیرے لئے بشارت ہے پس اسکو باہر کردے جو تجھ پر طاری ہے تحقیق کہ تیرا ذکر وہاں کیا گیا۔ باوجود تیری اس کجی کے۔،،

یہ سنتے ہی شیخ الشیوخ کھڑے ہوگئے اور وجد کرنے لگے۔ اُس وقت آپ کی مجلس میں دوسرے شیوخِ وقت بھی موجود تھے جو بڑے جلیل القدر شیوخ اور سرداران اولیا میں شمار ہوتے تھے (ان سب نے بھی اس وجد میں شرکت کی) حضرت شیخ الشیوخ نے سب حاضرین کو خلعتیں عطا فرمائیں۔ کہا گیا ہے کہ اس وقت چار سو خلعتیں تقسیم ہوئیں۔

منقول ہے کہ خواجہ قطب الدین بختیار اوشی ایک سفر میں ملتان پہنچے اور ایک مسجد میں آپ ٹھہرے۔ حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا کو اُن کے نورِفراست کی بناء پر علم ہوگیا۔ آپ نے ایک خادم کو حضرت خواجہ کی خدمت میں بھیجا۔ جب خادم وہاں پہونچا تو آپ اُس وقت وضو فرما رہے تھے۔ خادم نے دیکھا کہ آپ کے وضو کے پانی کے قطرے زمین پر گرنے سے پہلے ہی ملائکہ اُن کو طشت میں لیکر آسمان پر چلے جاتے ہیں۔ خادم بھی ایک صاحبِ نظر تھے۔ انہوں نے جو دیکھا وہ مدہوشی کے عالم میں حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا سے جا کر عرض کیا حضرت بہاؤالدین زکریا دو ڈولیاں لے کر حضرت خواجہ قطب الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے ان دو محفوں میں سے ایک محفہ وہ تھا جو آپ کو حضرت شیخ الشیوخ نے عطا فرمایا تھا وہاں پہنچکر حضرت خواجہ قطب الدین کو بہت اصرار کے ساتھ خانقاہ میں تشریف لانے کے لئے آمادہ کیا اور اس پالکی میں جو شیخ الشیوخ کا تحفہ تھی حضرت خواجہ قطب الدینؒ کو سوار کرایا اور خود دوسرے محفہ میں سوار ہوئے۔ حضرت شیخ بہاؤالدین زکریاؒ نے آپ کی دعوت میں بڑا اہتمام کیا اور کسی طرح کی کمی اٹھا نہ رکھی۔ تین روز کے بعد حضرت خواجہ قطب الدین نے حضرت بہاؤالدین زکریا سے فرمایا کہ حضرت شیخ نے ہماری خشک دعوت کی ہے۔ حضرت بہاؤالدین زکریا سمجھ گئے کہ آپ سماع کے لئے فرما رہے ہیں۔ حضرت بہاؤالدین نے بڑے ذوق وشوق کے ساتھ قوالوں کو بلوایا۔ حضرت خواجہ قطب الدین اور آپ کے تمام اصحاب کو خانقاہ میں بلوایا گیا اور حضرت بہاؤالدین زکریا ایک عصا لے کر دربانی کرنے لگے۔ اندر قوالوں کو اجازت دی گئی کہ سماع شروع کریں۔ سماع میں اس شعر پر حضرت پر وجد طاری ہوگیا

شعر

ساز طرب عشق کہ داند کہ چہ سازاست
کز نغمہ اونہ فلک اندرتک وتازاست

ترجمہ:۔ کس کو پتہ ہے کہ عشق سے سرشار آواز کیسی آواز ہے۔ چونکہ اس نغمہ سے آسمان بھی محفوظ نہیں ہے۔ حضرت خواجہ قطب الدین اور آپ کے تمام ہمراہیوں پر ایسا کیف طاری ہوا کہ در و دیوار بھی اس حالت میں متاثر ہوئے۔

بیت

ازضدائے نغمہ ہائے مطربان
کوہ اگر جنبد عجب آنزامدان

ترجمہ:۔ مطربوں کے نغموں کی آواز سے اگر پہاڑ ہل جائیں تو اسے عجیب نہ سمجھ۔

ان حضرات کی ہاوہو کے نعرے سے آسمان تک پہنچے لگے۔ شیخ بہاؤ الدین زکریا کے مریدوں کو بھی پتہ چلا کہ آج خانقاہ میں سماع ہورہا ہے۔ شیخ کے بعض مریدین اور کچھ متعلمین شیخ بہاؤ الدین کی خدمت میں

حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ کی خانقاہ میں مشرب (سہرورد) کے خلاف سماع کی محفل جمی ہوئی ہے۔آپ نے کیسے اس بات کو جائز رکھا اور گوارہ کیا تو حضرت شیخ بہاؤالدین نے فرمایا کہ تم لوگ بھی عجیب دیوانے ہو کہ تم اُس شخص کو سماع سے روکنا چاہتے ہو کہ جس کی دربانی بہاؤالدین جیسا مرد کر رہا ہے۔ متعلمین اصرار کرنے لگے کہ ان کو روکا جائے۔ حضرت شیخ نے فرمایا ''اگر تم روک سکتے ہو تو خانقاہ میں جاؤ اور خواجہ قطب الدین کو روک دو یہ لوگ سماع میں پہونچے۔مجلس میں پہنچتے ہی ان لوگوں کی حالت دگرگوں ہوگئی، بےخود ہوگئے اور خود سماع کرنے لگے۔اس وقت اُن کو جو نعمت اُس حال میں میسر آئی، آج تک ایسی نعمت نہیں ملی تھی جب حال اور سماع ختم ہوا تو سب لوگوں نے ارادت اور خرقہ کی درخواست کی۔آپ نے فرمایا کہ یہ ولایت حضرت شیخ بہاؤالدین کی ہے یہاں مرید کرنا خانوادۂ سہروردی کے ساتھ بےادبی ہے اور خلافت دینا مناسب نہیں ہے۔

جب حضرت خواجہ قطب الدین ملتان سے روانہ ہوئے تو یہ لوگ حضرت کی رکاب معرفت مآب کے ساتھ ہوگئے۔ جب حضرت خواجہ کی سواری قصبۂ ہانسی میں پہونچی اور آپ نے یہاں قیام فرمایا تو اُن لوگوں کو جو ملتان سے آپ کے ہمرکاب تھے مرید فرمایا اور جو لوگ پہلے سے حضرت خواجہ بہاؤالدین کے مرید تھے اُن کو خلافت عطا فرمائی اور آپ نے فرمایا کہ یہ قصبۂ ہانسی ولایت مشائخ سہروردا اور چشت کی سرحد ہے اسی بناء پر میں نے تم کو رخصت دی، یہاں پر مرید کیا اور خلافت دی۔ یہ سب لوگ بڑے عجز و نیاز کے ساتھ نعمت سے مشرف ہو کر آپ سے رخصت ہوگئے۔

اسی طرح حضرت محمد باکو کا واقعہ ہے کہ آپ ابتدائی حال میں ابوسعید ابوالخیر کے منکر تھے چونکہ وہ سماع سے شغف رکھتے تھے۔ ایک رات شیخ باکو کو خواب میں دکھایا گیا کہ ہاتف آواز دے رہا ہے:۔قوموا وارقصوا اللہ (کھڑے ہو جاؤ اور رقص کرو اللہ کیلئے) انہوں نے خواب سے بیدار ہو کر لاحول ولاقوۃ پڑھا سمجھے کہ شیطانی خواب ہے دوسری رات پھر یہی صورت پیش آئی انہوں نے پھر لاحول ولاقوۃ پڑھا۔ جب تیسری رات بھی یہی آواز سنائی دی تب یہ سمجھے کہ یہ خواب شیطانی نہیں بلکہ خواب رحمانی ہے اور اس کا باعث وہی انکار ہے جو شیخ ابوسعید سے مجھ کو ہے۔ جب صبح ہوئی تو یہ حضرت ابوسعید کی خانقاہ میں پہنچے۔شیخ ابوسعید خانقاہ کے اندر سے باہر نکل رہے تھے اور آپ کی زبان پر تھا ''قوموا وارقصوا اللہ''، شیخ عبداللہ کو اس وقت وہ نعمت میسر آئی اور ان پر ایسا حال طاری ہوا جسکی شرح ناممکن ہے

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ سماع کیلئے ریاضت شرط ہے۔ ریاضات میں نفس کی صفات شکستہ ہو جاتی ہیں جس کا نفس مردہ ہو جاتا ہے اس کا دل زندہ ہوتا ہے۔ یہ صفت اس میں موجود ہونا چاہیئے اور پھر جو کچھ سنے وہ گوش دل سے سنے۔

منقول ہے کہ حضرت شروانی کو چند صوفیہ حضرات نے سماع کی دعوت دی۔ آپ نے فرمایا کہ وہ زمانہ گذر گیا کہ جب خس و خاشاک میرا بستر ہوتا تھا اور ہاتھ کو تکیہ بناتا تھا اُس زمانے میں سماع سنتا تھا۔ اب میری وہ کیفیت نہیں ہے، اس لئے میں محفل سماع میں شریک نہیں ہوسکتا۔

نغمۂ سوم

آداب وکیفیت سماع وکیفیت ورخصت مزامیر

سماع کے آداب، کپڑوں کے پھاڑنے اور قوال یا دوسرے لوگوں کو ان کے عطا کرنے کے بارے میں ایک عارف نے فرمایا ہے جس سے مراد حضرت جنید قدس سرہٗ ہیں کہ سماع تین چیزوں کا محتاج ہے۔ اس کے لیے تین چیزیں ضروری ہیں۔ زمان۔مکان۔ برادران۔یعنی سماع کے لیے مناسب وقت،موزوں جگہ اور سننے والے حضرات ضروری ہیں۔اخوان السماع تین قسم کے ہوتے ہیں یعنی برادران نام ایمان یعنی ایمان کے نام میں جو لوگ شریک ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ ؎۱ مسلمان یا مومن آپس میں بھائی ہیں۔

ترجمہ:۔ان کی مصاحبت دائماً جائز نہیں کبھی کبھی یہ صحبت ان کی محبت اور فائدہ کیلئے ہوسکتی ہے اور برادران ارادت ومحبت عوام کی طرح ہیں جو فقیروں سے محبت رکھتے ہیں اور اپنے اموال اور جاں سے انکی مدد کرتے ہیں تا کہ یہ لوگ طریق صفا کو حاصل کرسکیں۔ پس اگرچہ یہ لوگ عارفوں کے اوصاف سے متصف نہیں ہیں پھر بھی ان کی صحبت جائز ہے اس لیے کہ یہ لوگ بھی اپنے ارادت وصدق کے باعث اہل صفا کے دلوں کے انوار سے نور حاصل کر لیتے ہیں جس طرح موم (شمع) آفتاب کی گرمی سے نرم ہوجاتا ہے۔ پس یہ لوگ جب عوام میں واپس جاتے ہیں تو ان سے دوسرے لوگ بھی نفع اندوز ہوتے ہیں۔ تیسرے برادران اخوان الصفا اور صاحبان وجد اور ارباب معرفت وذوق وکمال، یہ اخوان حقیقی ہیں۔ پس یہ اخوان حقیقی جہاں اور جس وقت بھی جمع ہوجائیں زمان ومکان کی شرائط پوری ہوجاتی ہیں اور سماع واجب ہوجاتا ہے۔ اوراہل معرفت وکلام وصفا کے لئے سماع اسطرح واجب ہے کہ جیسے علم سیکھنے کے لئے جاہل کا عالم کی طرف سفر کرنا تا کہ منازل دین کا علم سیکھے۔اہل صفاوکمال کیلئے مشابہت اوران کی حرکات وسکنات مریدوں کیلئے مستحب اور محبین کیلئے مباح ہیں جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔کہ جو جوکوئی کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ انہیں میں سے ہے اوراللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ،، ؎۲ یعنی سچے لوگوں کے ساتھ ہوجاؤ۔پس اگر سچے نہ ہوتو کم ازکم ان کے ہمراہ تو ہوجاؤ گے۔اگر غیر جنس کے لوگ موجود ہوں،یعنی جو سماع کے منکر ہیں اور خود کو زاہد ظاہر کرتے ہیں (خودساختہ زاہد ہیں) اور مفلس ہیں یعنی لطائف دل کی جنس ان کے پاس نہیں ہے یا کوئی ایسا شخص جو دنیاوی امارت پر مغرور ہے تو اس کا بھی مجلس سماع میں ہونا غیر مناسب ہے۔اس لیے کہ یہ دونوں قسم کے لوگ ارباب وجد کو تشویش وپریشانی میں ڈالنے والے ہیں۔اب رہی شرط مکان یعنی سماع کے لیے کون سی جگہ مناسب ہے تو آمدورفت کی عام جگہ پر یا ایسی جگہ پر جو آوازوں

؎۱ پ ۲۶ سورہ الحجرات ۱۰ ؎۲ پ ۱۱ سورہ توبہ ۱۱۹

http://Ashrafi.org

کوکریہہ بنانے والی ہوا ایسی جگہ پر سماع سے اجتناب کرنا چاہیئے۔(**فقد یکون شارعاً مطروقاً وموضعاً یکون کریہ الصوت فیجتنب عن ذالک المواضع**) سماع کے لیے بہترین مقامات مشائخ کی خانقاہیں ہیں۔خصوصاً گلزار کے اطراف میں جہاں بہتا ہوا پانی ہو عطریات استعمال کیئے ہوں اور عود جلایا گیا ہو(ایسی جگہ جہاں ماحول میں خوشبو موجود ہو یا کوئی ایسا مکان جہاں خوشبو پاشی کی گئی ہو اور عود جلا کر اس کو معطر کیا گیا ہو)۔

چنانچہ حضرت قدوۃ الکبرا اسی وجہ سے اکثر اوقات رات کے وقت اصحاب وارباب طریقت کو جمع فرماتے تھے اور سماع سنتے تھے۔ایسے مقامات قابل ترجیح ہیں جہاں مشائخ پر کیفیت اور حالت طاری ہو چکی ہو کہ وہاں ان کے آثار بے شمار ظاہر ہوتے ہیں۔ قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا ہے کہ ایک بار حضرت مخدوم زادہ نے (اللہ تعالیٰ ان کو مزید بہرہ ور فرمائے) حضرت مخدوم کی خانقاہ میں اجتماع سماع کیا اکابر واصاغر مشائخ وہاں جمع تھے۔لوگوں کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ وہاں ہاتھ اٹھانے کی گنجائش نہیں تھی اور لوگوں کو پورا ذوق حاصل ہو رہا تھا لیکن بھیڑ بھاڑ کی وجہ سے مخدوم زادہ نے فرمایا کہ ہم جھوتمیاں (چھوٹے میاں) جا کر سماع سنیں گے چنانچہ وہ ارباب خاص کرے کر وہاں چلے گئے۔قوالوں نے بہت کوشش کی لیکن کسی کو بھی وجد نہ آسکا اور کسی پر کیفیت طاری نہیں ہوئی۔ وہ جگہ چھوڑ کر مخدوم زادہ بدہیمیاں (بڈھے میاں) کے مکان پر چلے گئے وہاں بھی کیف میسر نہیں ہوا۔آخر کار میں نے حضرت مخدوم زادہ کی خدمت میں عرض کیا کہ سماع کے لیے حضرت مخدوم قدس سرہٗ کی خانقاہ ہی مناسب ہے۔فرمایا کہ ہاں ہم بھی سمجھتے ہیں کہ آثار مکان کو اس میں دخل ہے لہٰذا جو لوگ ہمراہ تھے ان سب کو ساتھ لے کر خانقاہ میں تشریف لے آئے۔خانقاہ میں آتے ہی مریدوں پر کیفیت طاری ہو گئی اور اس کیفیت کا اثر در و دیوار تک پہنچا۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے سماع کے لیے بہترین جگہ مسجد ہے اس لیے کہ سماع سے مراد عبادت ہے اور عبادت کے لیے مسجد سے افضل کوئی جگہ نہیں ہے۔اب رہا زمان کا سوال تو نماز کا وقت اور جب کھانا سامنے لایا جائے یا مصروف ہوں، اگر اضطراب اور بے چینی کی حالت ہو اور فراغ قلب نہ ہو تو اس وقت سماع بے فائدہ ہے۔رعایت زمان کے یہی معنی ہیں اگر فراغ قلب میسر نہیں ہے تو سماع کا ترک ہی بہتر ہے جبکہ اس کے شروط مہیا نہ ہوں (نہ پائے جائیں) اور جو لوگ تکلف کے ساتھ وجد کرنے والے ہیں (غیر حقیقی وجد) ارباب تصوف میں سے جو وجد و رقص اور لباس کو چاک کر کے ریا سے کام لیتے ہیں ایسا سماع ارباب تواجد کے لیے تشویش کا باعث ہوتا ہے کیونکہ شروط سماع اس میں موجود نہیں ہیں۔اور ان چیزوں پر سماع کا وجود موقوف ہے(یعنی جو لوگ بہ تکلف وجد و رقص اور جامہ دری کرتے ہیں اس کو سماع نہیں کہا جا سکتا کیونکہ اس میں شروط سماع موجود نہیں ہیں۔)

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ زمان، مکان اور اخوان سماع کی شروط لازمہ ہیں پس ان کی رعایت ضروری ہے تاکہ زیادہ اثر پیدا ہو۔مکان سماع کے لیے جسم کی طرح ہے اور زمان اس کا دل ہے اور اخوان

بمنزلہ جان کے ہیں۔ جب یہ تینوں سلامت ہوتے ہیں تو سننے والے آفات سے محفوظ رہتے ہیں اور ان کو حیات جاوداں نصیب ہوتی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا کا ارشاد ہے کہ سماع کے اول و آخر میں قرآن پاک ضرور پڑھنا چاہیئے تا کہ سامع کو مغفرت نصیب ہو حضرت روزبہان بقلی نے کہا ہے کہ قوال خوبرو اور سازندہ خوش خو ہونا چاہیئے اور اشعار صحیح ہوں اور ان کو لحن ملیح کے ساتھ پڑھا جائے کہ سماع کی محفل میں عارفان روزگار تین چیزوں سے راحت قلب کے طلب گار ہوتے ہیں، پاکیزہ خوشبوئیں، حسین چہرے اور ملیح آوازیں۔بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ حسین اور خوبرو قوال سے اجتناب کرنا چاہیئے۔اس لیے کہ حسین قوال کی موجودگی ایسے عارف کامل کے سامنے مناسب ہے جس کی طہارت قلب بحد کمال پہنچ چکی ہو۔(دل بدرجۂ کمال پاک ہو) اور اس کی نگاہیں غیر کے دیکھنے سے بند ہوں۔تقریباً ان الفاظ میں حضرت قدوۃ الکبرا نے یہ واقعہ بیان فرمایا کہ امیر معین الدین پروانہ نے جو روم کے بادشاہ تھے (امیر معین الدین پروانہ کہ بادشاہ روم بود۔مخطوطہ لطائف اشرفی ۱ے۴) اور حضرت شیخ فخر الدین عراقی کے مخلصین و مریدوں میں سے تھے حضرت عراقی سے درخواست کی کہ آپ مجھے کبھی کوئی خدمت تفویض نہیں فرماتے[1] شیخ عراقی نے جواب دیا کہ اے میر تم مجھے روپے پر فریضۃ نہیں کر سکتے اگر تم میری کوئی خدمت کرنا ہی چاہتے ہو تو حسین قوال کو ہمارے پاس بھیج دو حسین قوال بہت ہی خوبصورت اور نہایت خوش گلو تھا۔اپنا جواب نہیں رکھتا تھا۔ بہت سے لوگ اس کے گرویدہ تھے اور اس کے سامنے اور اس کی عدم موجودگی میں اس کی دوستی کا دم بھرتے تھے۔جب امیر پروانہ نے دیکھا کہ شیخ عراقی اس کی طرف متوجہ ہیں اور اس کو طلب کر رہے ہیں تو فوراً اس کے بلانے کے لیے کسی کو روانہ کیا۔لوگوں کی ہائے ہو سے فراغت کے بعد وہ اس کے ساتھ خدمت میں حاضر ہوا۔شیخ عراقی اور امیر پروانہ اور دوسرے اکابر نے اسکا استقبال کیا۔ جب وہ قریب آیا تو شیخ اسکے پاس گئے اسکو سلام کیا اور بغلگیر ہوئے اور شربت طلب کیا۔شیخ نے اس کو اس کے ساتھیوں کو اپنے ہاتھ سے شربت پلایا۔ یہاں سے فراغت کے بعد یہ سب لوگ شیخ عراقی کی خانقاہ میں پہنچے۔ کچھ دیر باتیں ہوئیں اور سماع کی محفل گرم ہوئی۔شیخ عراقی نے اس وقت جو غزلیں کہی تھیں ان میں سے ایک غزل یہ تھی جس کا مطلع ہے۔

بیت

سازطرب عشق کہ داند کہ چہ ساز است

کزنغمہ اونہ فلک اندرتگ وتاز است

ترجمہ:۔کس کو پتہ ہے کہ عشق سے سرشار آواز کیسی آواز ہے چونکہ اس نغمہ کی رو سے آسمان بھی محفوظ نہیں ہے۔

حضرت خواجہ کی ایسی کیفیت ہوئی کہ اس کے اثرات سے در و دیوار بھی متاثر ہو گئے،اصحاب اور اہل مجلس کا کیا حال ہوگا۔

[1] یہ وہی معین الدین پروانہ ہیں جن کا نام فیہ مافیہ‘‘ میں اکثر لیا گیا ہے اور حضرت مولانا رومی نے ان کو مخاطب فرمایا ہے:-
خط کشیدہ عبارت امیر معین الدین پروانہ کہ بادشاہ روم بو‘‘۔ میں میرے خیال سے لفظ وزیر یا امیر رہ گیا۔یعنی امیر معین الدین پروانہ کہ وزیر بادشاہ روم بود۔مترجم۔

شعر

ازصدائ نغمہ ہائ مطربان
کوہ اگرجنبد عجب آنزامدان

ترجمہ:۔اگرمطربوں کےنغموں کی آواز پر پہاڑ اپنی جگہ سے ہل جائیں تواس پرتم کوتعجب نہیں کرنا چاہیئے۔

بعض تواریخ میں مذکور ہے کہ شیخ اوحدالدین کرمانی کی یہ کیفیت تھی کہ جب محفل سماع میں انکے اندر جوش اور گرمی پیدا ہوتی تھی تو وہ امردوں (نوجوانوں) کے پیرہن چاک کر کے ان کے سینہ سے سینہ ملاتے تھے۔ جب ایک مرتبہ وہ بغداد گئے خلیفہ بغداد کا ایک حسین وجمیل فرزند تھااس کے کانوں تک یہ بات پہنچی کہ شیخ اوحدالدین کرمانی ایسا کرتے ہیں اس نے کہا کہ وہ بدعتی اور کافر ہے اگر اس نے میرے ساتھ ایسی حرکت کی تو میں اس کوقتل کردوں گا۔ جب محفل سماع گرم ہوئی اسوقت شیخ نے اپنی کرامت سے فرزند خلیفہ کے خیالات معلوم کرلئے تھے۔انہوں نے کہا

قطعہ

سہل است مرابرسر خنجر بودن — درپائ مراد دوست بے سر بودن
شمشیر گرفتہ کافری رابکشی — غازی چوتوئی رواست کافر بودن

ترجمہ:۔ مجھے برسرخنجر ہوناسہل لگتاہے،کیونکہ دوست کے پاؤں پربے سر ہونا اچھاہے۔
اب تلوار پکڑ کر کافر کو مارڈال،چونکہ توغازی ہےاس لئے کافر ہونا رواہے۔
یہ سنتے ہی خلیفہ کا فرزنداٹھااورشیخ کے قدموں پرسر رکھ دیااوراسی وقت ان کا مرید ہوگیا۔

حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہٗ کی خدمت میں بشکرآباد کا ایک حبشی جسکو"بسکر دی،، کہتے تھے رہتا تھا۔حضرت کی خدمت کرتے کرتے وہ بہت ہی بلند مقام پرپہنچ گیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ خلوت سے باہرنہیں آتا تھا۔حضرت شیخ سماع کے وقت بھی اسکو نہیں ہٹاتے تھےایک دن محفل سماع گرم تھی اس پرکیفیت طاری ہوگئی۔مستی اورکیف میں اس نے زمین پر جست لی اورایک محراب پر جو کافی بلند تھی جا کر بیٹھ گیا۔طاق سے اترتے وقت وہ شیخ مجدالدین کی گردن پر کود گیااوران کے کندھوں پربیٹھکر پاؤں نیچے لٹکالئے اور شیخ مجدالدین اسیطرح رقص کرتے رہے،یہ زنگی لمبےقد کا قوی،ہیکل مردتھااورجبکہ شیخ مجدالدین بہت ہی نازک بدن،خوبصورت اور لطیف طبع شخص تھے۔ جب سماع سے فارغ ہوئےتوانہوں نے کہا کہ مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں ہوا کہ میری گردن پرکوئی حبشی ہے یا کوئی چڑیا بیٹھی ہے۔ جب وہ حبشی ان کی گردن سے اترنے لگا تواس نے شیخ مجدالدین کا گال کاٹ لیا اوراس کا نشان ان کے رخسار پررہ گیا۔کئی بارشیخ مجدالدین نے فرمایا کہ میرے لیے قیامت میں یہی مفاخرت کافی ہے کہ ایک زنگی کے دانتوں کا نشان میرے رخسار پر موجود ہے۔

شعر

ازان رویم بجنت باغ باشد
کہ برویم چولالہ داغ باشد

ترجمہ:۔ یہ داغ جو میرے چہرے پر ہے، جنت کے باغ کی میرے چہرے پر نشاندہی کرتا ہے۔

ایک محقق کہتے ہیں کہ مجلس سماع میں وجد کنندہ ہونا چاہیئے۔ اور سماع کا صرف اس شخص کو ارادہ کرنا چاہیئے کہ وہ ارباب سماع کی صفات سے موصوف ہو اور اہل نفس و خواہش نفس کا بندہ نہ ہو بلکہ اس کا نفس مردہ اور دل زندہ ہونا چاہیئے تب وہ حق کو حق سے سمجھے گا بغیر وسیلۂ عقل کے محفل سماع میں جب ذاکر کے ذکر کی طرف رجوع ہو تو ادھر ادھر نہ دیکھے بالکل خاموش رہے۔ بظاہر (باطن میں اضطراب ہو تو خوب ہے) کھانسنے اور جمائی لینے سے بچے۔ بس فکر میں ڈوبا رہے۔ سر کو جھکا کر بیٹھے۔ اگر وجد کا اس پر غلبہ ہو جائے اور غیر اختیاری طور پر وہ حرکت کرنے لگے تو اس میں اس کو معذور سمجھنا چاہیئے۔ اور جب وہ اختیاری کیفیت میں آجائے تو وجد کو فوراً ختم کردے اور قرار و سکون کو اختیار کرے اور جب اختیاری میں آجائے تو مناسب نہیں ہے کہ وجد کو اس احساس سے جاری رکھے کہ لوگ کہیں گے کہ اس کا وجد جلدی ختم ہو گیا اور اس خوف سے کہ کہا جائے گا کہ یہ سخت دل ہے اور یہ شخص صفا و رقت نہیں رکھتا ہے۔ جب شیخ کے گرد ایسے مرید موجود ہوں جن کیلئے سماع مضر ہے تو شیخ کو سماع میں مشغول نہیں ہونا چاہیئے اور اگر مشغول ہو تو انکو دوسرے کاموں میں مشغول کردے۔ دوسرے یہ بات بھی خیال میں رہے کہ کبھی کبھی واجد کے ضعف جسمانی کی وجہ سے بھی عدم وجد کا ظہور ہوتا ہے اور یہ نقصان ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ باوجود قوت کے وجد باطن میں پیدا ہوتا ہے لیکن کمال قوت کے باعث جو اس کے جوارح کو حاصل ہوتا ہے وہ وجد نہیں کرتا ہے اور یہ کمال ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ حال کے موجود ہونے کے باعث ہر حال میں وجد طاری رہتا ہے اس وجہ سے سماع میں اس کا اثر زیادہ ظاہر نہیں ہوتا۔ اور یہ نہایت کمال ہے کیونکہ ایسا شخص جس پر دائمی طور پر وجد طاری رہتا ہے وہ مرابط الحق ہے (حق سے رابطہ رکھنے والا۔) اور عین الشہود پر مداومت رکھتا ہے پس اس کو حالات متغیر نہیں کرتے ہیں اور ممکن ہے کہ اس بات سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول کی طرف اشارہ ہو کہ:

''پہلے ہم بھی تمہاری طرح تھے (نرم دل اور رقیق القلب) پھر دل سخت ہو گئے۔

اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم میں طاقت پیدا ہو گئی کہ وجد ہر حال میں ہم پر طاری رہتا ہے۔ پس ہم قرآن کے معنی سننے میں ہمیشہ مصروف رہتے ہیں (لیکن اب اتنی قوت پیدا ہو گئی ہے کہ پہلی جیسی رقت اور گریہ وزاری ہم نہیں کرتے ہیں)

جو شخص وجد میں پچھاڑیں کھاتا ہے اس کے بارے میں یہ خیال نہیں کرنا چاہیئے کہ وہ ساکن شخص سے وجد میں کامل تر ہے۔ اس لیے کہ بہت سے باسکوت افراد ایسے ہوتے ہیں کہ وہ مضطرب الوجد، سے زیادہ کامل ہوتے ہیں جب کسی صوفی کو وجد آجائے تو پھر کسی کو بیٹھا رہنا مناسب نہیں ہے۔ جب کوئی صوفی وجد میں کھڑا ہو جائے بغیر ریا اور بناوٹ کے یا وہ اختیاری طور پر اظہار وجد کے لیے کھڑا ہو گیا ہے۔ تب بھی دوسروں کو کھڑا ہو جانا چاہیئے اس کی موافقت کے بغیر چارہ نہیں ہے کیونکہ یہ بات بھی اداب صحبت میں سے ہے۔

http://Ashrafi.org

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مجمع میں اکابر کی ارواح موجود ہوتی ہیں جبکہ ان کے عرس کا دن ہوتا ہے اور جو شخص ان اکابر کے عرس میں حاضر ہوتا ہے تو ان اکابر کی ارواح دوسرے عرس تک ایسے شخص کی مدد ومعاون رہتی ہیں میں نے اکثر یہ مشاہدہ کیا ہے کہ روحانیہ حضرات احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم عرس کے دن اکابر کے مجمع میں تشریف فرمائی ہوتی ہے اور اس روح مقدس واطہر سے ہم نے استفادہ کیا ہے اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو یہ دیدار بار بار نصیب فرمائے آمین

شرح نصوص الحکم میں فرمایا گیا ہے کہ حضرت شیخ صدرالدین ایک روز مجلس سماع میں شیخ سعدالدین اور دوسرے مشائخ کے ساتھ موجود تھے۔مجلس سماع خوب گرم تھی۔ جب اس کی شدت میں کچھ کمی ہوئی تو انہوں نے اثنائے سماع میں اس چبوترے کی طرف دیکھا جو اس مکان لیں موجود تھا اور نہایت ادب سے بہت دیر تک کھڑے رہے اور انہوں نے اپنی آنکھوں کو بند کرلیا۔ بہت دیر کے بعد انہوں نے پکار کر کہا کہ اے صدرالدین جب شیخ صدرالدین ان کے سامنے آگئے تب انہوں نے ان کے چہرے پر آنکھیں کھولیں، اور کہا کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اس محفل میں تشریف فرما تھے۔لہٰذا میں نے یہ مناسب خیال کیا کہ جن آنکھوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال کا مشاہدہ کیا ہے تو انکو پہلے تمہارے چہرہ ہی پر کھولوں (تمہارے سوا کسی اور کو نہ دیکھوں) اس مجلس میں ان کو عروج واقع ہوا اور ان کی روح قالب سے نکل کر عروج پر پہنچی اور یہ تیرہ دن تک اسی طرح رہے۔ان کا قالب ان تیرہ دنوں میں بالکل مردہ کی طرح تھا اس میں بالکل حرکت نہیں تھی۔ جب دوبارہ روح ان کے قالب میں آئی تو اٹھ بیٹھے اور ان کا مطلقاً خبر نہیں ہوئی کہ وہ اس حالت میں کتنے دن رہے۔دوسرے لوگوں نے جو وہاں موجود تھے ان کو بتایا

بیت

سماع کیں چنین باشد معرج

حرامش گر بگوید از حرام است

ترجمہ:۔سماع ایک ایسی چیز ہے جو انسان کو عروج پر پہنچا دیتی ہے، لہٰذا اسے حرام کہنا حرام ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ جو بھی مجلس سماع میں آتا ہے اور اسے ذوق حاصل ہوتا ہے وہ اور خصوصاً حاضران صادق وطالبان واثق جو اس مجلس میں آتے ہیں مغفرت سے بہرہ حاصل کرتے ہیں قوالوں سے منقول ہے کہ ایک مجلس میں حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر موجود تھے، قوال آئے اور سماع شروع کیا جب اس شعر پر پہنچے

بیت

اندر غزل خویش نہاں خواہم گشت

تا بر لب تو بوسہ زنم چونش بخوانی

ترجمہ:۔میں اپنے غزل کے اندر چھپ جاؤں گا تا کہ تیرے لبوں کو بوسہ دے سکوں چونکہ تم اس طرح پڑھ رہے ہو۔

http://Ashrafi.org

حضرت شیخ پر ایک ایسی حالت طاری ہوگئی کہ اس سے بہتر کوئی حالت نہیں ہوسکتی جب حال ختم ہوا تو آپ نے دریافت کیا کہ یہ شعر کس کا ہے؟ بتایا گیا کہ ''عمّارہ کا ہے،، یہ سنتے ہی آپ تمام اصحاب اور قوالوں کے ساتھ اُن کی زیارت کے لئے روانہ ہوگئے، وہاں بھی سماع ہوا اور اُن پر پھر کیفیت طاری ہوئی، جب غلبہ ختم ہوا تو حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانو! گواہ رہو کہ اس شعر کا موجد وسامعین وقوالان اور حاضرین مجلس سب کے سب مغفرت پا جائیں گے اور جنت میں داخل ہوں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مجلس سماع میں داروات الٰہی اور الہامات نامتناہی کا منتظر رہنا چاہیئے اور دائیں بائیں نہیں دیکھنا چاہیئے سر کو جھکائے رکھنا چاہیئے اور حال کے ورود کا انتظار کرنا چاہیئے اگر ذوق حاصل ہوجائے تو حتی المقدور اس کا تحفظ کریں۔ لیکن جب قابو سے باہر ہوجائے تو پھر سماع شروع کردینا چاہیئے لیکن سماع بقدر ذوق ہونا چاہیئے ذوق سے زیادہ اضطراب نہ کریں کہ یہ خیانت ہوگی اور اشعار کے معانی کی اپنے ادراک کے بقدر تاویل کریں جو کچھ سنیں اس کو تسبیح حق سمجھیں جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سلسلہ میں مروی ہے کہ

''حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے ناقوس کی آواز سنی تو اپنے اصحاب سے فرمایا کہ جانتے ہو کہ یہ کیا کہہ رہا ہے۔ اصحاب نے کہا ہم کو نہیں معلوم۔ آپ نے فرمایا یہ کہہ رہا ہے سبحان اللہ حقاً حقاً بے شک مولیٰ باقی رہنے والا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے لیکن تم سمجھتے نہیں ہو ان کی تسبیح کو،،

صوفیائے کرام کے نزدیک دف سے اشارہ ''رنگا رنگی،، کی طرف ہے اور اس پر جو کھال چڑھی ہے اس سے وجود مطلق کی طرف اشارہ ہے اور دف پر جو ضرب لگائی جاتی ہے اس سے اشارہ ہے واردات الٰہیہ کے ورود کی طرف اور اس کے باطن سے مراد وہ ہستی ہے جو مخلوقات سے مقید ہے تا کہ اشیائے ذاتیہ کو باہر نکال دیا جائے (**وباطن البطون علی الوجود المقید بالکائنات لاخراج الاشیاء الذاتیۃ** لطائف اشرفیہ مخطوطہ ۴۲۷) جلاجل (جھانجھ یا مجیرے) سے اشارہ ہے مراتب نبوۃ اور مراتب ولایت کی جانب مراتب رسالت ومراتب امامت ومراتب خلافت تمام کی طرف اشارہ ہے اور بہ ہئیت مجموعی ان سے جو آواز نکلتی ہے اس سے اہلِ کمال اور اولیاء کے دلوں میں علم مطلق اور حیات الٰہیہ کے ظہور کیطرف اشارہ ہے اور نفس قوال صوت حق اسلیئے ہے کہ وہی ذات تمام اشیاء کو جلوہ گر کرنے والی اور انکی ایجاد کرنے والی ہے اور ان کی مددگار ہے صوت اقوال سے اشارہ ہے ربّانی زندگی کی طرف جو وارد ہے باطن کے درون سے مراتب ارواح کی طرف اور دلوں اور رازوں کی طرف رقص سے اشارہ ہے ذات انسانیہ کی طرف اور حرکت سماع سے اشارہ ہے خطاب اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کی جانب حقیقت انسان کے طیران کا۔ اضطراب سے اشارہ یہ ہے کہ روح کبیر مضطرب ہو کر قفس بدن سے نکل کر اپنے حقیقی وطن کی جانب جانا چاہتی ہے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ''وطن کی

http://Ashrafi.org

محبت جزو ایمان ہے،، اس وطن سے مراد ارواح کا وطن ہے۔ جس میں روح کو ڈالا گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے اس میں اپنی روح کو پھونکا۔ یا روح کا جولان ہونا مخلوقات وموجودات کے دائرہ کے گرد تا کہ اسرار تجلیات کو قبول کر سکے اور تنزیلات سے مستفید ہو سکے۔ اور یہ عارف کا حال ہے کہ اس کا حرکت حال میں ایستادہ ہونا اشارہ ہے اپنے باطن میں روح کا حق تعالیٰ سے واقف ہونیکا اپنی ہستی کے ساتھ اور اپنی نظر کو اور فکر کو جولان کرنا مراتب مخلوقات میں اور یہ حال محقق ہے اور اس کی حرکت فوق کی طرف اشارہ ہے مقام انسانی کے آغاز سے مقام احدیت کی طرف پس جبکہ اس کی روح پردہ سے باہر آتی ہے۔ اور مراتب صفات کی طرف پہونچتی ہے تو وہ اپنے سر کو کھول دیتا ہے پس جس وقت وہ ماسوائے حق سے مجرد ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے قرب حاصل کر لیتا ہے تو وہ اپنے کپڑے اتار ڈالتا ہے اور گر مغنی صاحب حال اور صاحب مقام ہے تو لباس اس کی طرف پھینک دیتا ہے اور اگر مغنی صاحب حال نہیں ہوتا تو اس کی طرف جامہ کا پھینکنا بے انصافی ہے اس لئے کہ صاحب حال کا جامہ اس کی صورت حال ہے اور کوئی اسے قبول کرنے کا مستحق نہیں سوائے اس کے جو مرتبہ میں اس کا ہمسر ہو اگر قوال کی نیت برکت کے حصول کیلئے جامہ حاصل کرنا اور عطا کرنیوالے کی نیت قوال کو دے دینے کی ہو تو اس صورت میں زیادتی نہیں ہے بلکہ وہ ہدایت غیر کا طالب ہے'' اور نہیں بھیجا تم کو مگر عالمین کے لئے رحمت بنا کر،، اور اگر سامع اپنے مقام عالی کی طرف ترقی کرے اور قوال ادنیٰ اشعار گا رہا ہو پس حال کے مناسب شعر اسکو بتائے اور اگر کوئی امر غیبی اس کیلئے مشکل بن جائے اور غیر اس کے حال سے آگاہ ہو جائے تو روا ہے اس کے لئے کہ اسکی مدد کرے تا کہ اس کی مشکل آسان ہو جائے۔

اکثر مشائخ کرام نے قوال کو جامہ وخرقہ عطا فرمایا ہے خواہ وہ قوال صالح ہو یا فاسق۔ انہوں نے اپنی نیت کے لحاظ سے ایسا کیا ہے (قوال کے فسق دپارسائی کو پیش نظر نہیں رکھا ہے) حضرت سیّد محمد گیسو دراز سے منقول ہے کہ ارباب سماع، سماع میں آسمان کے ہفت طبق سے بھی گذر جاتے ہیں تو اگر وہ محض اپنے جامہ کو نہ چھوڑ دیں تو تعجب کی بات ہوگی۔ تقریباً حضرت نے ان الفاظ میں فرمایا کہ عوارف المعارف میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ بیان فرماتے ہیں کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور انہوں نے فرمایا کہ یا رسول اللہ آپ کی امت کے درویش جنت میں تو نگروں سے نصف یوم قبل داخل ہوں گے اور وہ نصف دن پانچ سو سال برابر ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی خورسند اور مسرور ہوئے، پھر آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ہے جو ہمارے سامنے شعر پڑھے، ایک بدوی نے عرض کیا یا رسول اللہ میں پڑھ سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا پڑھو تو اس بدوی نے یہ اشعار پڑھے:۔

اشعار

قد لسعت حیة الھوی کبدی فلا طبیب لھا ولا راق

الا الحبیب الذی شغفت بہ فعندہٗ رقیتی وتریاقٖ

ترجمہ:۔ مارِ عشق نے میرے جگر کو ڈس لیا ہے پس نہ اس کے لئے کوئی طبیب ہے اور نہ کوئی افسول کرنیوالا صرف وہ معشوق ہے جس پر فریفتہ ہوں۔ پس اسی کے پاس میرا افسوں اور تریاق ہے۔

یہ اشعار سن کر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی اور آپ کے اصحاب بھی وجد فرمانے لگے یہاں تک کہ آپ کی ردائے مبارک اس وجد میں آپ کے دوش اطہر سے گر گئی جب اس وجد سے فراغت پائی اور ہر ایک اپنی اپنی جگہ فروکش ہوا تو حضرت معاویہ ابن ابی سفیان نے کہا کہ یارسول اللہ آپ کی تفریح کس قدر پسندیدہ تھی (**ما احسن لعبکم یارسول اللّٰہ**) پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاویہ کوئی صاحب کرم ایسا نہیں ہے جو ذکر حبیب پر جنبش نہ کرے اس کے بعد آپ نے ردائے مبارک کے چار سو ٹکڑے کر کے حاضرین میں تقسیم فرمادی۔

حضرت سلطان المشائخ کے پاس جب کبھی قوال آتے تو اُن پر نظر پڑتے ہی (یعنی قوالوں کو دیکھتے ہی) حضرت شیخ کے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔ آپ کے اصحاب نے اس کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ قوال محبوب کا پیغام سنانے والے لوگ ہیں لہٰذا میں جونہی انہیں دیکھتا ہوں تو محبوب کے پیغام کی جھلک نظر آجاتی ہے اور میرے آنسو اُمڈ آتے ہیں۔

حضرت سلطان المشائخ کے زمانہ میں سماع کا بہت رواج تھا۔ اور حضرت بہت زیادہ سنتے تھے اس وجہ سے کہ اس زمانہ کے علماء اور بہت سے لوگ اس کا انکار کرتے تھے نوبت یہاں تک پہنچی کہ اس پر محضر تیار کیا گیا۔ مولانا ضیاء الدین بدایونی نے محضر تحریر کیا تھا جو دیکھنا چاہے وہاں دیکھ سکتا ہے۔ (تاریخ فیروز شاہی مرتبہ ضیاء الدین برنی)

اب سازوں، مزامیر وغیرہ کے ساتھ سماع سننے کے بارے میں وضاحت کی جاتی ہے۔ عود ایک مشہور ساز ہے (جس میں تار ہوتے ہیں) کہتے ہیں کہ سب سے اول عود کو حضرت آدم علیہ السلام کے فرزند لمک نے اس وقت تیار کیا تھا جب اس کے بیٹے کا انتقال ہوا تھا۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ اہل ہند کی ایجاد ہے۔ انہوں نے عود کو انسانی طبیعت کی مناسبت سے بنایا تھا۔ تاروں والے سازوں کے سلسلہ میں کافی مشہور ہیں علماء کا اختلاف ہے اور ان میں ائمہ مذاہب اربعہ مشہور ہیں اور ان کا کہنا یہ ہے کہ اس کا بجانا اور سننا دونوں حرام ہے۔ لیکن کچھ حضرات اس کے جواز کے قائل ہیں اور ان لوگوں نے کہا ہے کہ حضرات عبداللہ بن عمر۔ عبداللہ بن جعفر، عبداللہ بن زبیر، معاویہ بن ابن سفیان وعمرو بن عاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے اس ساز کو سنا ہے۔ حضرات تابعین میں سے خارجہ بن زید، عبدالرحمٰن بن حسّان، سعید بن المسیب عطا ابن ابی رباح، شبعی، ابن ابی عتیق (رضی اللہ عنہم) اور اکثر فقہائے مدینہ نے سنا ہے۔ امام مالک سے بھی اس کا سننا ایک روایت میں منقول ہے۔ لیکن امام مالک کے احباب کے یہاں یہ بات مشہور نہیں ہے۔

ابو بکر بن عربی مالکی اپنی تصیف شرح ترمذی میں جس کو انہوں نے ''فارضیہ،، کے نام سے موسوم کیا ہے۔

http://Ashrafi.org

جہاں اباحت غنا کے سلسلہ میں بحث کرتے ہیں تو لکھتے ہیں کہ اگر اس گانے والے کے ساتھ عود کا ہونا مان لیا جائے تو وہ بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس قول میں داخل ہوگا کہ ''شیطان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں اور اس وقت رسول اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ ''دعھما فانہ یوم عید،، جانے دو انہیں چھوڑ دو آج ان کی عید کا دن ہے۔

اس طرح اگر طنبور مغنی کے ساتھ ہو تب بھی حرمت میں وہ موثر نہیں ہوگا تحقیق کہ یہ تمام ایسے آلات ہیں جن سے ضعیفوں کے دل قوی ہوتے ہیں اور ان کی آواز سے نفوس میں کشادگی پیدا ہوتی ہے اور عود اسی طنبورہ کو کہتے ہیں۔ لغت میں اس کے یہی معنی مشہور ہیں۔

عود کے مباح ہونے کے سلسلہ میں علامہ ماوردی بعض شافیہ سے نقل کرتے ہیں کہ استاد ابو منصور بغدادی اس سے رغبت رکھتے ہیں اور شیخ ابو اسحاق شیرازی (شافعی) سے منقول ہے کہ ان کا یہی مذہب تھا (یعنی اباحت پر ان کا فتویٰ تھا) اور ان کے بارے میں یہ بات مشہور تھی اور تحقیق کے ساتھ کسی عالم سے کوئی ایسی بات مشہور نہیں ہے کہ جس سے ان کا انکار ثابت ہوتا ہو۔ اس کو طاہر مقدسی نے بیان کیا ہے اور وہ شیخ کے ہم عصر تھے اور انہوں نے اس کو اہل مدینہ سے روایت کیا ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ ان علماء کے یہاں اس کی اباحت پر کوئی اختلاف نہیں ہے۔ چنانچہ علمائے مدینہ میں سے ابراہیم بن سعید اس کی اباحت کے قائل تھے اور جب تک وہ عود نہیں بجا لیتے تھے کوئی حدیث بیان نہیں کرتے تھے۔ (ولا یحدث حدیثا حتی یضرب بہ) ایک بار وہ بغداد میں آئے اور خلیفہ ہارون رشید کے یہاں تمام (اکابر د اشراف وعلماء) جمع ہوئے۔ ہارون رشید نے ان سے کہا کہ اے ابراہیم کوئی حدیث بیان کیجئے۔ انہوں نے کہا عود منگا یئے ہارون نے کہا تمہاری مراد عود سے مجمر میں جلائی جانے والی عود ہے (عود المجمر) یا عود الغنا ہے انہوں نے کہا کہ مجھے غنا کا عود درکار ہے پس ان کے لیے عود غنا منگایا گیا اور انہوں نے اسکو بجایا اور گایا اس کے بعد حدیث بیان کی اور ابراہیم بن سعید امام شافعیؒ کے اساتذہ میں تھے ان سے امام بخاریؒ نے بھی روایت لی ہے اور وہ مشہور، معتبر، نیک، ثقہ اور معتمد علیہ امام اور مجتہد تھے۔ جب انہوں نے ہارون الرشید کے سامنے عود بجایا تب ہارون الرشید نے کہا کہ اے ابراہیم! تمہارے علماء میں سے عود کی تحریم کا کون قائل ہے انہوں نے جواب دیا کہ اے امیر المومنین وہ جو اللہ سے ملانے والا ہے۔

امام ابن عونہ اپنی کتاب ''مختصر،، میں کہتے ہیں کہ ابراہیم بن سعید عود کے ساتھ غنا کو مباح سمجھتے تھے اور اس کو نقل کیا ہے امام ماوردی نے ان کے اصحاب سے اور عبدالحکیم کہتے ہیں کہ وہ مکروہ ہے۔ امام عزیز الدین بن عبدالسلام کہتے ہیں کہ وہ مباح ہے۔ ان حضرات میں جنہوں نے اس کی حرمت پر اتفاق کیا ہے اس کے گناہ کبیرہ یا صغیرہ ہونے میں اختلاف ہے اور متاخرین شافعیہ کے نزدیک گناہ صغیرہ ہے اور امام الحرمین (جوینیؒ) نے اس کو اختیار کیا ہے اور اس گواہی کو سنکر اس قول کو رد نہیں کیا جا سکتا۔

(ولا ترد بسماعة شهادة)

امام ماوردی نے شرح تلقین میں ابن عبدالحکیم سے روایت کی ہے کہ ان کا قول ہے کہ شادی کے موقع پر اس کو منع نہیں کیا جاسکتا اوراس کی اباحت کے رد میں کوئی شہادت موجودنہیں ہے۔

خاتمہ

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا اگر سماع کی مجلس یا اجتماع میں کوئی بدحواس ہوجائے (حواس سے جاتا رہے) یا نعرہ لگائے تو اسے صدق پر محمول کرنا چاہیئے۔ حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ جوکوئی مکر سے نعرے لگانے والے پر انکار کرتا ہے اس کے مکر کے سبب سے تو وہ کبھی صدق کونہیں پاسکتا یعنی اس طرح وہ اصل کا انکار کررہا ہے۔ اے شخص تجھے اس کے مکر سے کیا سروکار۔ مکر کواس کے لیے چھوڑ دے تو دوستی کو دیکھ تاکہ بہرہ مند ہوسکے۔ سماع میں پیر کے سامنے نہیں آنا چاہیئے سوائے اس صورت کے جبکہ اجازت دی گئی ہو یا پیر مرید کا باز دپکڑ کر وجد کرے اس کے علاوہ سامنے آنا ادب کے خلاف ہے اور اگر مجلس میں اکابر ہوں جن کا حال غالب ہوتو ممکن ہوسکے تو حفظ کرے کیونکہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ کا حال دوسرے پر غالب آجاتا ہے اوراسکا ذوق بڑھ جاتا ہے مجلس سماع میں کھانا پینا بھی ادب کے خلاف ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے ہیں کہ مشائخ چشت کی سنت ہے کہ سماع کے روز کسی کو خالی نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ کچھ نہ کچھ تقسیم ضرور کرنا چاہیئے۔ اگر کوئی چیز موجود نہ ہوتو تھوڑے سے چنے لاکر ہی اصحاب واحباب میں تقسیم کردیں۔

حضرت سلطان المشائخ سے منقول ہے کہ ایک دن وجد کی کوئی صورت پیدانہیں ہوئی تو حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا اے ترک اللہ (اے خسرو) آؤتم قوال بنواور میں قاری بنتا ہوں چنانچہ حضرت شیخ نے پانچ آیتوں کی تلاوت فرمائی اور حضرت امیر خسروؒ نے اپنی غزل گائی

غزل

ماہ ہلال ابروئ من عقل مراشیدامکن　　　غمزہ زنان زآنسومیا آہنگ جان ماکن

گہ زلف سوئ رخ بری گہ خال زیرلب نہی　　　جان دارد آخر آدمی چندین بلا پیدامکن

گفتم کہ از ہیچو نتوئی زنار بند گفت رو　　　درکفر ہم صادق نہٴ زنار رارسوا مکن

ترجمہ:۔اے میرے ابرو کے چاند! میری عقل کو مات نہ کرو۔ساز کے اس جانب (ساز کے پس پردہ) سے یار کے ایسے اشارے آرہے ہیں کہ میری جان لے لیں گے۔

۲۔کبھی اپنے زلف کو رخسار پر رکھتے ہواور کبھی تل کو اپنے لب (ہونٹوں) سے چھپاتے ہو

http://Ashrafi.org

آخر انسان جاندار چیز ہے اس کیلئے ایسی اداؤں سے بلائیں پیدا نہ کرو۔

۳۔میں نے کہا کہ یہ طوق ایسا نہیں ہے کہ میں گلے میں ڈالوں، اُس نے کہا کہ چلے جاؤ چونکہ تم خود کفر میں سچّے نہیں ہو (تمہاری نیت صحیح نہیں ہے) لہٰذا طوق کو بُرا بھلا مت کہو۔

ان کے یہ غزل گاتے ہی سب پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی اور اس دن ایسا کیف آیا کہ اس سے بہتر تصور میں نہیں آسکتا۔ جب یہ کیفیت ختم ہوئی تو حضرت شیخ نے تھوڑے نخود (چنے) لاکر تقسیم کیے۔

حضرت قدوۃ الکبرا کا بھی یہ طریقہ رہا ہے کہ اگر کیف پیدا ہوتا تھا اور کوئی چیز تقسیم کرنے کیلئے موجود نہ ہوتی تھی تو تھوڑا سا شربت اور پتّے تقسیم فرمادیا کرتے تھے اور اس سلسلہ میں آپ مریدوں کو بہت تاکید فرمایا کرتے تھے کہ اس سنت کو جاری رکھو۔

استماع مزامیر

استماع مزامیر مذاہب مختلفہ میں جاری رہا ہے لیکن بعض نے اس کو جائز کہا ہے لیکن بغیر جھانجھ کے دف مشائخ نے سنا ہے بعض حضرات نے رباب بھی سنا ہے۔بعض نے جلاجل (جھانجھ) کے ساتھ دف بھی سنا ہے۔

حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند کے یہاں شاہین، رباب، نائے، بجائے جاتے تھے۔بعض کہتے ہیں طبل اور دف میں فرق ہے اور اس میں اختلاف نہیں ہے کہ دف بجایا گیا ہے اور اونچی آواز سے شادی بیاہ کی محفلوں میں گایا بھی گیا ہے۔

حضرت قدوۃ لکبرا فرماتے تھے کہ سماع کے منکرین کے مقابلہ میں ہمارا آخری جواب یہ ہے کہ یہ ہمارے پیروں اور مرشدوں کا طریقہ رہا ہے ہم سنیں گے اگر تم کو اس سے انکار ہے تو تم انکار کرو۔

اشعار

دنیا طلبا جہاں بکامت بادا ایں جیفۂ مردار بہ دامت بادا

گفتی کہ بہ نزدمن حرام ست سماع گر بر تو حرام است حرامت بادا

ترجمہ:۔دنیا طلبوں کو دنیا مبارک ہو، چونکہ یہ فاسد اور مردار چیز انہیں کو زیب دیتی ہے۔تو نے کہا کہ میرے نزدیک سماع حرام ہے، اگر تجھ پر حرام ہے تو حرام ہی رہے۔

اگر اصحاب (مریدوں) میں سے کوئی فرد مطرب کی کچھ خدمت کرنا چاہے جیسے عطاء خرقہ وغیرہ تو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے جس وقت حضرت کعب بن زہیر نے آپ کی نعت میں قصیدہ (موسومہ بہ بانت سعاد) پڑھا تھا تو آپ نے اپنا خرقۂ مبارک ان کو عطا فرمادیا۔ کچھ لوگوں نے حضرت شبلی سے کہا کہ آپ تو اس محبت میں جس کے آپ دعویدار ہیں خوب فربہ ہو رہے ہیں۔ حالانکہ اس کا تقاضا لاغری ہے (یعنی آپ کو کمزور لاغر ہونا چاہیئے تھا) انہوں نے جواب میں یہ شعر پڑھا ۔

شعر

احب قلبی ومادذی بدنی

ولودری مااقام فی الثمنی

ترجمہ:۔ وہ میرے دل کو دوست رکھتا ہے اس کو میرے بدن سے کیا تعلق اگر وہ اس کو جان لیتا تو پھر قیام نہ کرتا۔

حضرت شبلی سے لوگوں نے دریافت کیا کہ ایک ایسا شخص سماع میں شریک ہے کہ جو کچھ اس میں پڑھا جارہا ہے وہ اس کو نہیں سمجھتا تو پھر کیا صورت ہوگی وہ کیا کرے۔ حضرت شبلی نے جواب میں یہ اشعار پڑھے

اشعار

رب ورقاء هتوف بالحمیٰ	ذات شجر صدحت فی فتنٍ
ولقد اشکوفما افهمها	ولقد نشکوفما تفهمنی
غیرانی بالهوی اعرفها	وهی ایضاً بالهویٰ تعرفنی
ذکرت الفاً ودهراً صالحا	فبکت شجواً وهاجت شجنی

ترجمہ:۔ا۔ بسااوقات کسی ایسے درخت سے جوفتنوں میں گھر جائے تو گرمی کی شدت سے بلند آواز آنے لگتی ہے۔

۲۔کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ میں شکایت کرتا ہوں اور خود اس کو سمجھ نہیں پاتا اور کبھی ہم شکایت کرتے ہیں تو تم اس کو نہیں سمجھ پاتے ہو۔

۳۔اس کے سوا اور کوئی بات نہیں ہوسکتی کہ میں اسکو سمجھتا ہوں کہ محبت کے سبب سے ہے اور اسی محبت کی وجہ سے تم بھی پہچانتے ہو۔

۴۔ہزاروں سال اور ایک طویل زمانے تک میں روتا رہا ہوں، میں رویا غم سے اور اس غم نے میرے اندر ایک ہیجان پیدا کر دیا۔

کہا جاتا ہے کہ یہ اشعار حضرت شبلی کے نہیں ہیں بلکہ مجنو(قیس عامری) کے ہیں پھر آپ نے حضرت شیخ خواجگی کی یہ غزل پڑھی

غزل

سماعی دردہ ای مطرب بیکبار	کہ ایمان افگند درقلب کفار
از وطیفور مستان بیخود وزار	وزومنصور رقصان برسردار
بشوید سینۂ صوفی زاغیار	زسرتا پاکند مشتاق دیدار
قلندر زدشود ازخویش بیزار	برقصد حیدری مستان برتار
ہرآن عالم کہ دارد دردل افکار	بقوالان دہد دراع ددستار
مسلمانان ازوسوزند وکفار	بیک سوخرقہ دیگر سوئ زنار
سردد خواجگی میگوئی ہربار	بزن آتش درین دُکان وبازار
ازین حالت کہ گوید باتو اخبار	درین مجلس کسی چون نیست ہشیار

ترجمہ:۔ ۱۔اے قوال ایک دفع سماع سنا دے تا کہ کافروں کے دل میں نورُ ایمان آجائے۔

۲۔اُن مست و بے خود پرندوں کی طرح منصور بھی تختہ َدار پر رقصاں ہو جائے۔

۳۔سماع صوفی کے سینہ سے خیالِ غیر نکال دیتا ہے اور سر سے پاؤں تک مشتاق دیدار بنا تا ہے۔(یعنی اللہ کو دیکھنے کا شوق پیدا ہو جاتا ہے)

۴۔مرد قلندر سماع میں خودی کی نفی کرتا ہے اور حیدری ایک مستانہ کی طرح تار پر رقص شروع کر دیتا ہے۔

۵۔ہر وہ عالم جس کے دل میں جذبۂ فکر ہے محفل سماع میں قوالوں کو اپنی پگڑی اور خرقہ دے دیتا ہے۔

۶۔کافر مسلمانوں سے جلتے ہیں (دشمنی کرتے ہیں) کیونکہ ان کے پاس خرقہ ہے اور دوسری طرف طوق ہے۔

۷۔ہر دفعہ ترانۂ خواجگی پڑھتے ہو، آگ لگادو ان دوکانوں اور بازاروں میں۔

۸۔اس حالت کی خبر تمہیں کون دے رہا ہے کیونکہ اس مجلس میں کوئی ہوش میں نہیں ہے۔